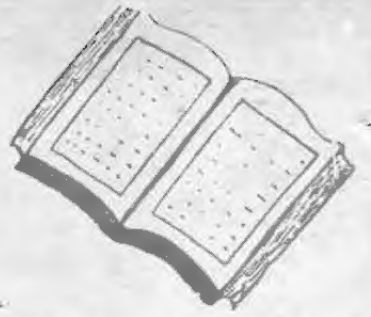


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلمان ہے  
قمر ہے چاند آوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے



اپریل - مئی ۱۹۶۲ء



# الفُقَّان

نجمۃ الدین بن عبد

جناب مولانا دہی صاحب کے تازہ رسالہ ”ختم نبوت“ کا جواب

ذوالقعدہ - ذوالحجۃ ۱۳۸۱

(یاد)

ابوالعطاء جلال دہری

## شبہ مبارک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آپ ہی اس زمانہ میں قوموں کی زندگی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آسمانی پیغام لانے والے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب وادی ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار



## رسالہ «مباحثہ مصر»

پر ایک اور تبصرہ

جناب ایڈیٹر صاحب (صدق جدید) مباحثہ مصر کے متعلق لکھتے ہیں :-

”عیسائیت کے رد میں ایک مدلل رسالہ۔ ساری بحث ان عنوانوں کے ماتحت ہے۔

(۱) کیا یسوع مسیح کے سوا کوئی بے گناہ ہے؟

(۲) کیا یسوع مسیح حقیقتاً خدا ہے؟

(۳) کیا مسیح صلیب پر فوت ہوا؟

مسیحیت پر ان کی گرفتیں اہم اور بڑی

وزن دار ہیں اور جنہیں مسیحیوں سے

گفتگو کرنا ہوتا ہے ان کیلئے اس کا مطالعہ

مفید ہی ہو گا۔“ (صدق جدید لکھنو

۲۳ مارچ ۱۹۶۲ء) قیمت دس آنے

ملنے کا پتہ مکتبہ الفرقان ربوہ

## خاتم کر معنی

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

۱ خاتم کے معنی مہر ہیں تصدیق کے لئے تکمیل اور ہونے کی توثیق کے لئے

۲ جتنے نبی بھی آئے کہ آئندہ ہوں کبھی زینت بھی ہے، ثبوت بھی، مہر محمدی

۳ قرآن سے، حدیث سے، پھر عقل و نقل سے ثابت بوجہ احسن و اکمل کیا اسے

۴ اے بوالعطاء خدا سے ملے آپ کو ثمر توڑا ہے علمی ضرب سے مودودی کا حجر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تعلیمی ترقی اور تبلیغی مجلہ

الفستان

شماره

۵۴

مذہب عالم پر نظر

خاتم النبیین

جلد

۱۲

مولانا مودودی کے تازہ رسالہ "ختم نبوت" کا مکمل جواب

اعزاز علیہ السلام	بدل اشتراک
۱۔ قاضی محمد نذیر صاحب لاہوری - ربوہ	پاکستان و بھارت - ۱۔ چھ روپے
۲۔ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب - " "	دیگر ممالک - ۱۳ شلنگ
۳۔ مولانا محمد سلیم صاحب فاضل - دہلی	اس خاص پرچہ کا قیمت - سواروپیا
۴۔ شیخ مبارک احمد صاحب - فیروبی	چند پیشگی بذریعہ منی آرڈر بھیجیے!
۵۔ مولوی غلام باری صاحب بیف - ربوہ	
۶۔ میاں عطاء اللہ صاحب شاہ - " "	

پیشہ پوری تحریریں صاحب عالم - ۱۲

## القول المبين في تفسير خاتم النبیین

### الفہرست

- ۱۔ دربیباچہ - چند ابتدائی ضروری باتیں
- ۲۔ فصل اول - جماعت احمدیہ اور عقیدہ ختم نبوت (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے تین اقتباسات)
- ۳۔ فصل دوم - آیت خاتم النبیین کا سیاق و سباق
- ۴۔ فصل سوم - قرآن مجید کی دوسری آیات کے رو سے خاتم النبیین کی تفسیر
- ۵۔ فصل چہارم - احادیث نبویؐ کی روشنی میں خاتم النبیین کا مفہوم
- ۶۔ فصل پنجم - صحابہ کا اجماع اور مسیلہ کذاب کا دعویٰ نبوت
- ۷۔ فصل ششم - خاتم النبیین کا صحیح مفہوم اور علماء و صلحا امت کے بیانات
- ۸۔ فصل ہفتم - لعنت کے رو سے خاتم النبیین کے معنی
- ۹۔ فصل ہشتم - نزول مسیح کے متعلق احادیث و عقیدہ ختم نبوت (نروج دجال کے بارے میں مودودی صاحب کی انوکھی تاویل)
- ۱۰۔ فصل نہم - کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی؟
- ۱۱۔ فصل دہم - جناب مودودی صاحب کے امور متفرقہ پر ایک نظر
- ۱۲۔ خاتمہ - مسئلہ فلسطین کا حل، دجال کا اقیصال اور غلبہ اسلام کا ایمان پرور اعلان
- ۱۳۔ یاد دہانی عبدالحق صاحب کا صریح نشر

ڈائیکٹل مشین

### اعتراف اور شکریت

اس مقالہ کی تدوین میں میں نے حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی کی مفید کتاب ”ختم نبوت کی حقیقت“ سے استفادہ کیا ہے۔ الفرقان کے خاتم النبیین نمبر (دسمبر ۱۹۷۸ء) کے عام مضامین کے علاوہ برادر مرحوم جناب ملک عبدالرحمن صاحب خادم گہرات کے شائع شدہ مضمون سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ نیز برادر مرحوم جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لاہوری کی شاندار کتاب ”شان خاتم النبیین“ نیز ان کے مسودہ جات اور مشوروں سے بھی مجھے کافی فائدہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جنتائے خیر بخشے۔ آمین

فاکار ابو العطاء جالندھری (۲۲ اپریل ۱۹۶۲ء)

(طالبہ نامہ: ابو العطاء جالندھری، مطبعہ: حیات الاسلام پریس، ربوہ، مقام اشاعت: دفتر الفرقان ربوہ)

# خاتم النبیین کے حقیقی معنی اور صحیح تفسیر

مولانا مودودی کے تازہ رسالہ ”ختم نبوت“ کا مکمل جواب

## دریچہ

### چند ابتدائی ضروری باتیں !

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یہ امر قرآن مجید کی صریح نص میں مذکور ہے۔

خاتمت محمدیہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے والوں کے دو مختلف نظریے ہیں۔ (۱) پہلا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غایتِ نبوت نے دیگر انبیاء کے فیوض کو بند کر کے فیضانِ محمدی کا وسیع دروازہ کھول دیا ہے۔ آپ کی امت کے لئے آپ کی پیروی کے طفیل وہ تمام انعامات ممکن الحصول ہیں جو پہلے منع علیہم لوگوں کو ملتے تھے۔

(۲) دوسرا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمتِ فیضانِ محمدی کے بند ہونے کے مترادف ہے۔ آپ کی امت ان تمام اعلیٰ انعامات سے محروم ہو گئی ہے جو اسرائیل یا پہلی امتوں کو ملتے تھے۔

دوسرے منکرینِ فیضانِ محمدی کے دو گروہ | اس دوسرے گروہ کے نظریے کے قائلین

(۱) خاتم النبیین کے متعلق دو نظریے | اللہ تعالیٰ نے

ہماری سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب جہانوں، سب زمانوں اور ساری قوموں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کو وہ مقام بخشا جو انسانیت کا انتہائی نقطہ اور نبوت کا آخری کمال ہے انبیاء انسانوں میں بہترین وجود ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں سے سب سے بہتر، افضل اور اکمل فرد ہیں۔ آپ کے اس مقام کو قرآن مجید میں لفظ خاتم النبیین سے بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کو کلام الہی ماننے والے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔ اس مقدس کلمہ اور اعلیٰ ترین لقب کی تفسیر و تشریح میں اختلاف ہو سکتا ہے مگر اس بارے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سرورِ کونین حضرت



ہے وہاں ان کے ”مسلوب النبوة“ ہو کر آنے کے نظریہ کو اُمت کے اکابر و علماء و سرامرغلا ٹھہرا رہے ہیں۔  
 شریعت آتی ہے کہ مودودی نے حضرت مسیحؑ کی معیار کی شخصیت کے جو رسوگلا اُلٹا یعنی اسرائیل (آل عمران: ۴۹) کے مہمان ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کے قائل ہیں مگر اُمت محمدیہ میں سے کسی معیار کی شخصیت کے آنے کے قائل نہیں۔ جناب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:-

”مودودی صاحب تو رسول خدا کے بعد کسی بھی انسان کو معیارِ حق ماننے کے لئے تیار نہیں لیکن کتاب و سنت کو فیصلہ یہ ہے کہ رسول خدا کے بعد قیامت تک معیار کی شخصیتیں آتی رہیں گی۔“ (رسالہ مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)

(۳) علامہ اقبال کی طرف سے احمدیہ نظریہ کی معقولیت کا اعتراف اور

دوسرے جدید تعلیم یافتہ لوگ حضرت مسیحؑ کی جسمانی آمد کے خیال کو مجوسیت کا نظریہ ٹھہراتے ہیں اور مودودی صاحب احادیث کی بناء پر مسیحؑ کے جسمانی طور پر آسمانوں سے اُترنے کے قائل ہیں۔ یہ دو متضاد نظریے ہیں۔ افراط و تفریط کی دو متقابل راہیں۔ ظاہر ہے کہ جب تک پہلے از روئے قرآن مجید حضرت مسیحؑ کا آسمان پر

کے پھر ڈوگر وہ ہیں۔ اول جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں روحانی اصلاح کی ضرورت پیش آنے والی ہے اس کے لئے حضرت مسیحؑ نامری علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمانوں سے نزول فرمائیں گے دوم جن کا عقیدہ ہے کہ مسیح و ہدی کی آمد کا خیال غیر اسلامی ہے اور یہ مجوسیت سے اسلام میں آیا ہے۔ نہ مسیح آسمانوں پر زندہ ہیں اور نہ وہ آئیں گے۔ یہ محض خیال خام ہے۔

یہ دوسرا گروہ علامہ اقبال اور ان کے ہندو تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے۔ منکرین فیضانِ محمدی میں سے پہلا گروہ جناب مودودی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا ہے۔ جماعت احمدیہ اور بہت سے علماء محققین کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہمیشہ جاری ہے اور آپؐ کی اُمت کے لئے بجز انعاماتِ الہیہ کا حاصل کرنا ممکن ہے۔

جناب مودودی صاحب منکرین فیضانِ محمدی کے جس مکتب فکر کی نمائندگی کے مدعی ہیں۔ ان میں سے جمہور محققین کو ان سے سخت اختلاف ہے۔ مودودی صاحب نے حال میں (مارچ سلاطین) جو رسالہ ”ختم نبوت“ کے عنوان سے شائع کیا اس میں آپؐ حضرت مسیحؑ نامری علیہ السلام کو جسمانی طور پر زندہ مانتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہی آخری زمانہ میں جسمانی طور پر نزول فرمائیں گے مگر وہ اپنی اس بعثت میں نبی نہ ہوں گے۔ مسیح ابن مریمؑ کی جسمانی آمد کے عقیدہ ہے جہاں تعلیم یافتہ مسلمانوں کو تعجب ہو رہا

جانا اور زندہ ہونا ثابت نہ کیا جائے تب تک ان کے جسمانی نزول کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ قرآن مجید سے ان کی وفات ثابت ہے۔ اگر ایسی کوئی حدیث ہو جس میں مسیح کے اترنے کا ذکر اُسے تو خصوصاً قرآن مجید کے مقابلہ پر ہونے کی وجہ سے اس کی تاویل کرنی پڑے گی۔ ابھی کل کی بات ہے کہ شیخ الازہر مفتی الدیار المصریہ جناب علامہ محمود شلتوت نے کھلے طور پر فتویٰ دے دیا ہے کہ قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ (کتاب الفتاویٰ مطبوعہ ستمبر ۱۹۵۷ء ص ۵۲-۵۳)

ان سے پہلے شیخ الازہر الاستاذ المرحوم بھی فرما چکے ہیں۔

”الظاهر منه انه توفكا و  
اماته ثم رفعه والظاهر من  
الرفع بعد الوفاة انه رجع  
درجات عند الله كما قال في  
ادنی علیہ السلام ورفعتنا  
مکانا علیاً“ (کتاب الفتاویٰ  
مطبوعہ مصر ص ۵۷)

کہ امت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو وفات دے کر پھر رفع فرمایا ہے اور وفات کے بعد رفع سے بھی مراد ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کے درجات بلند ہوئے جیسا کہ حضرت ادریس کے متعلق آیت ورفعتنا مکانا علیاً میں مراد ہے۔

قارئین گرام غور فرمائیں کہ اس صورت میں جناب مودودی صاحب کا اپنے مزمومہ دعویٰ پر اصرار کہ حضرت مسیح ضرور جسم سمیت آسمان سے اتریں گے کس طرح درست اور معقول قرار دیا جاسکتا ہے؟ علامہ اقبال نے احمدیت کی مخالفت کرتے ہوئے بھی اعتراف کیا ہے کہ۔

”جہاں تک میں نے اس تحریک کے  
مشارک کو سمجھا ہے احمدیوں کا یہ اعتقاد  
ہے کہ مسیح کی موت ایک عام فانی  
انسان کی موت تھی اور حضرت مسیح  
گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی  
حیثیت سے اس کا مشابہ ہے۔ اس  
خیال سے اس تحریک پر ایک طرح  
کا عقلی رنگ پڑھ جاتا ہے۔“  
(رسالہ علامہ اقبال کا پیغام ملت  
اسلامیہ کے نام ص ۲۱-۲۲)

گویا علامہ اقبال بھی امسیح کے متعلق جماعت احمدیہ کے نظریہ کو معقول قرار دیتے ہیں۔ پس مودودی صاحب کو اگر حضرت مسیح کے جسمانی نزول پر اصرار ہو تو انہیں پہلے حضرت مسیح کی جسمانی آسمانی زندگی اذروائے قرآن مجید ثابت کرنی چاہیئے جو محال ہے۔

(۴) آنے والا مسیح بہر حال نبی ہے

دوسری صریح غلطی یہ کہ ہے میں کہ وہ مسیح کی آمد ثانی پر اسے مسلوب النبوة قرار دیتے ہیں حالانکہ نبی بھی

منصب نبوت سے معزول نہیں ہوتا مسلمانوں کا مسلم عقیدہ ہے۔

وان الانبیاء لقی امان

عن العصیان عدلاً واعتزال

عہدہ نبوت کے لئے حکومتوں کے پریذیڈنٹوں کی طرح پانچ یا دس سال کی مدت مقرر نہیں ہوتی جس کے بعد نبی "سابقہ صدر" کی اصطلاح کے مطابق "سابقہ نبی" کہلانے لگ جاتے۔ نبی ہمیشہ نبی ہوتا ہے اور ہر جگہ نبی ہوتا ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً ایما کنت واد صافی بالصلوۃ والزکوۃ ماد مت حیاتاً (مریمؑ) کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا اور بابرکت بنایا خواہ میں کسی جگہ ہوں اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے اس نے نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی وصیت کی ہے۔ آنے والے مسیح کو النواس بن سمان کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار مہربان نبی اللہ قرار دیا ہے (صحیح مسلم) لو اب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال لکھتے ہیں:-

"من قال بسلب نبوتہ

فقد کفر حقاً کما صرح

بہ السیوطی فانہ نبی

لایذهب عنہ وصف

النبوۃ فی حیاتہ ولا

بعد وفاتہ۔

کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت

مسیح نبوت سے علیحدہ ہو کر آئیں گے وہ کھلا کافر ہے جیسا کہ امام سیوطی نے تصریح کی ہے۔ حضرت مسیح بہر حال نبی ہیں۔ منصب نبوت ان سے نہ زندگی میں الگ ہو سکتا ہے اور نہ ان کی وفات کے بعد۔" (حجج الکرام ص ۳۳)

اس موضوع پر تفصیلی بحث لکھے صفحات میں بھی درج ہوگی مگر یہ تو یہاں ہے کہ مودودی صاحب اپنے خیالات میں جہاں قرآن و سنت کے خلاف چل رہے ہیں وہاں وہ سلف صالحین کے اصولی نظریات کی مخالفت کرنے سے بھی نہیں پوکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کے ایسے ہی غلط نظریات کا تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد دینی کو لکھنا پڑا تھا کہ:-

"مودودی صاحب کا کتب و سنت کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ ہے وہ نہ کتاب کو مانتے ہیں اور نہ وہ سنت کو مانتے ہیں بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں اسی پر لوگوں کو جھکا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں"

(کتاب مودودی دستور ص ۱۱)

(۵) عجیب بہت اور مودودی صاحب اپنے رسالہ کے آخر میں

لکھتے ہیں:-



”حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل بے روپے تزل کی حالت میں مبتلا ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آخر کار بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کر دیا تو انبیائے بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک مسیح آئے والا ہے جو ان کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔ ان پیشگوئیوں کی بناء پر یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو، لڑاکو ملک فتح کرے۔ بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لاکر فلسطین میں جمع کر دے اور ان کی ایک تہ بد سلطنت قائم کر دے لیکن ان کی ان توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔“

(رسالہ ختم نبوت ص ۵۰)

ہم نے مودودی صاحب کی عبارت کے آخری حصہ

کو خاص طور پر نمایاں کر دیا ہے۔ اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ یہودی قوم کو بھی ایک مسیح کی خبر دی گئی تھی یہود نے اس کے بارے میں کچھ توقعات قائم کر لی تھیں مگر حضرت مسیح کا ظہور یہودی کی توقعات کے خلاف ہوا۔ جس پر بقول مودودی صاحب ”یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔“ اس عرض کرتا ہوں کہ مسلمان علماء بھی آئے والے مسیح موعود کے متعلق کچھ توقعات رکھتے تھے لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان علماء کی توقعات کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر آئے تو ان علماء نے آپ کی مسیحیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے جس پر مودودی صاحب کا زیر نظر تازہ رسالہ زندہ گواہ ہے۔ جناب مودودی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر بھی غور کرنا چاہیے۔ فرمایا :-

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي  
عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْرُ  
النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّىٰ أَنْ كَانَ  
مِنْهُمْ مَنْ أَقَامَ عِلَانِيَةً  
لِكُنْ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ  
ذَلِكَ. (مشکوٰۃ المصابیح منک)

ترجمہ۔ میری امت پر وہ تمام حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آچکے ہیں۔ اسی طرح جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے یہاں تک

کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی مال سے بدکاری کی ہوگی تو میری اُمت میں بھی ایسا کر نبولے بد بخت ہوں گے۔  
 کیا مسلمانوں کے حالات اور اپنے بیان کے مندرجہ بالا اقتباس کو مد نظر رکھ کر مودودی صاحب اور ان کے رفقاء کے لئے لمحہ فکریہ پیدا نہیں ہوتا؟  
 المریان للذین اُمتوا ان تخلص قلوبہم لذكر الله +

## فصل اول

### جماعت احمدیہ اور عقیدہ ختم نبوت

#### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے تین اقتباسات

کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کو شش کو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے خیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔  
 (کشی لوح ص ۲)

اس بنیادی ہدایت کی روشنی میں جماعت احمدیہ قرآن مجید پر نہایت حکم ایمان رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا ہے اسلئے ہر احمدی اس پر ایمان رکھتا ہے۔ احمدیوں کو منکر ختم نبوت قرار دینا گویا انہیں احقریت سے

حضرت باقیؑ سلسلہ احمدیہ نے احمدیوں کو خطاب کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:-

”تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مجبور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ جو انسان کے لئے دوسرے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدمی اور اول

خاتم النبیین محمد والہ و

اصحابہ و بارئ و ستورہ

(برائین احمدیہ سلسلہ مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

(۲) ”ہمارا اعتقاد جو ہم دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں“

جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس

عالم گزراں سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت

سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھوں

سے اکمال دین ہو چکا۔ اور وہ نعمت بہ مرتبہ

اقمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ

راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ

سکتا ہے۔“ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۳ مطبوعہ

۱۸۹۶ء)

(۳) ”میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی

ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت

کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ

اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی

میں ملائکہ اور معجزات لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل

ہوں۔“ (تقریر اجماع لا اعلان مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

(۴) ”اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول (سیدنا

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تمام رسولوں سے

بہتر اور سب رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین

ہیں اور افضل ہیں ہر ایسے انسان سے جو آئندہ

آئے یا جو گزر چکا ہو۔“ (آئینہ کمالانہ اسلام

۳۲۴ مطبوعہ ۱۸۹۶ء)

خارج قرار دیا ہے جو سراسر غلط اور غیر صحیح ہے بھرت

ہے کہ علماء محض عداوت کی وجہ سے یہ غیر معقول پوزیشن

اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اب ہم ذیل میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی تحریرات سے تیسرا اقتباس درج کرتے ہیں۔ یہ تحریرات

آپ کی ابتدائی کتاب براہین احمدیہ سے لے کر آپ

کے آخری مکتوب مطبوعہ اخبار عام لاہور مورخہ ۲۶ مئی

۱۹۰۵ء تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۵ء ہی آپ

کی تاریخ وفات ہے۔ ان اقتباسات سے ہر شخص

کو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور احمدی کس محبت، کس خلوص، کس عقیدت اور کس

یقین و وثوق سے سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔

ان تحریرات کی روشنی میں ہر پڑھنے والا اندازہ

لگا سکتا ہے کہ غیر احمدی علماء احمدیوں کو ”منکرین

ختم نبوت“ قرار دینے میں سراسر بے انصافی اور

ظلم کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ اقتباسات سب ذیل

ہیں۔

(۱) ”سبحان اللہ تم سبحان اللہ حضرت خاتم الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم کس شان کے نبی ہیں۔ اللہ اللہ

کیا عظیم الشان نور ہے جس کے ناچیز خادم

جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ امت، جس کے احقر

سے احقر چاکر مراتب مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے

ہیں۔ اللہم صل علی نبیک وحبیبک

سید الانبیاء و افضل الرسل و

تمام فرشتوں اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے پر اور میں ایمان رکھتا ہوں اس پر کہ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں۔“

(تہذیب البشری ص ۱۸۹ ص ۱۸۹)

(۹) ”درود و سلام تمام رسولوں سے بہتر اور تمام

برگزیدوں سے افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ

خاتم الانبیاء اور شفیع المذنبین اور تمام

اولین و آخرین کے سرور ہیں اور آپ

کی آل پر کہ طاہر و مطہر ہیں اور آپ کے اصحاب

پر کہ حق کا نشان اور اللہ کی حجت ہیں اہل جہان

کے لئے۔“ (انجام آتم ص ۱۸۹ ص ۱۸۹)

(۱۰) ”اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اس قدر دیری کیوں

ہے کہ خواہ نخواستہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے

جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنی

کی رو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور

قرآن کو خاتم الکتاب تسلیم کرتا ہے تمام نبیوں

پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ ہے اور شریعت

کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔“

(سراج منیر ص ۱۸۹ ص ۱۸۹)

(۱۱) ”ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء

ہیں۔ اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام

عقائد اہل سنت کے قائل ہیں۔“ (کتاب البرطانیہ ص ۱۸۹ ص ۱۸۹)

(۵) ”تمام تعریفیں خدا کے لئے ثابت ہیں جو تمام

عالموں کا پروردگار ہے۔ اور درود و سلام

اس کے نبیوں کے سرور پر جو اس کے دھنوں

میں سے برگزیدہ اور اس کی مخلوقات اور

ہر ایک پیدائش میں سے پسندیدہ اور

خاتم الانبیاء اور فخر الاولیاء ہے۔

ہمارا استیلا ہمارا امام ہمارا نبی محمد مصطفیٰ

جو زمین کے باشندوں کے دل روشن کرنے

کے لئے خدا کا آفتاب ہے۔“

(نور الحق ص ۱۸۹ ص ۱۸۹)

(۶) ”وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام

الاصفیاء ختم المرسلین، فخر انبیین جناب

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسے پیارے

خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود

بھیج جو ابتداء سے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا

ہو۔“ (اتمام الحجۃ ص ۱۸۹ ص ۱۸۹)

(۷) ”مجھے اللہ تبارک کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پر میرا عقیدہ ہے اور وہی رسول اللہ

و خاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔“

(کلمات الصادقین ص ۱۸۹ ص ۱۸۹)

(۸) ”مجھ کو خدا کی عزت و جلال کی قسم کہ

میں مسلمان ہوں اور ایمان رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ

پر اجماع کی کتابوں پر اور تمام رسولوں اور

(۱۲) ”قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھ کر اور

حدیث میں خود آنحضرتؐ نے لائقی بعدی

فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبی نبوت

کے حقیقی معنوں کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد نہیں آسکتا“ (کتاب البریہ حاشیہ ص ۱۸)

(۱۳) ”قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر ہمارے

مخالفت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الانبیاء

ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں

آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے

یاد کیا گیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ اب

ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوت کے ساتھ دنیا

میں آئے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر

خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں؟“

(کتاب البریہ حاشیہ ص ۱۹ مطبوعہ ۱۸۹۵ء)

(۱۴) ”ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

رسول اور خاتم الانبیاء ہیں“

(ایام الصلح ص ۸۶-۸۷ بحریہ ۱۸۹۹ء)

(۱۵) قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء

ٹھہرایا گیا“ (الرابعین نمبر ۲ ص ۲۲ مطبوعہ ۱۸۹۵ء)

(۱۶) ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان

رکھتے ہیں جو فرمایا ”ولکن رسول اللہ

وخاتم النبیین“ (ایک غلطی کا ازالہ

مطبوعہ ۱۸۹۵ء)

(۱۷) ”عقیدے کی رو سے جو خاتم سے چاہتا ہے

وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور عجل صلی اللہ علیہ وسلم

اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور

مسیح بڑھ کر ہے“ (کشتی نوح ص ۱۹ مطبوعہ ۱۸۹۵ء)

(۱۸) ”ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے داعط باناؤں

اور گلیلوں اور کوچوں میں نہایت دیرہ مہنی

اور سراسر اقرار سے ہمارے مسیہ و موسیٰ

خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء

اور سید المعصومین والاقتیاء حضرت محبوب

جناب احدیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی نسبت یہ قابل شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ

جناب سے کوئی پیش گوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں

آیا۔ اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علامہ

ان ہزار کامعجزات کے سچے ہمارے سرور کو

شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف

اور احادیث میں اس کثرت سے مذکور میں جو

اعلیٰ درجہ کے تو اتر پر میں تبارہ تبارہ صمدی

نشان ایسے ظاہر فرمائے ہیں کہ کسی مخالف

اور منکر کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں“

(ترویاق القلوب ص ۱۹ بحریہ ۱۸۹۵ء)

(۱۹) ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء

ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد

براہ راست نبیوں کی نبوت منقطع ہو گئے اور



اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی پھر رکھتا ہوگا اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوگا۔ (ریویو بر مباحثہ ثالوای و سکوٹا الوی ص ۱۷۱ مطبوعہ ۱۹۶۱ء)

(۲۰) ”صرف اُس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام شریعت جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے الگ ہو کہ دعویٰ کیا جائے لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اس کو خدا تعالیٰ اس کی وحی میں اتنی بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے، یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت بابت امتی ہونے کے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک پل ہے، کوئی مستقل نبوت نہیں“ ضمیمہ برائین احمویہ

صفحہ پنجم ص ۱۷۸-۱۷۹

(۲۱) ”ہم مسلمان ہیں، ایمان رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی کتاب و قرآن مجید پر۔ اور ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی اور اس کے رسول ہیں اور وہ سب دینوں سے بہتر دین ہے۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔“

(مواہب الرحمن ص ۶۱ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

(۲۲) ”پانچواں ہزار نمبری اور ہدایت کے پھیلنے کا یہی

وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیائے کمال کے لئے مبعوث ہوئے“

(لیکچر لاہور مطبوعہ ۱۹۶۲ء ص ۳۱)

(۲۳) ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتاب“

(پیغام امام مسلمان لیکچر ص ۱۹۰)

(۲۴) ”مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس قوت یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اُس کا لا کھواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے۔“ (الحکم ۷ مارچ ۱۹۶۱ء)

(۲۵) ”اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔“

شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔“

(تجلیات الہیہ ص ۲۶ مطبوعہ ۱۹۶۱ء)

(۲۶) ”ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین

ہیں۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۲ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)

(۲۷) ”ات نبینا خاتم الانبیاء ولا

نبی بعدہ الا الذی ینور بنورہ

و یكون ظهورہ ظل ظهورہ“

(الاستفتاء ص ۲۲ مطبوعہ ۱۹۶۰ء)

(۲۸) ”اللہ جل شانہ“ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مقرر فرمایا جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ و دعائی ہی اثر ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔“

(۲۹) ”خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب و سرائے میں لکھ کر اپنا دستورِ عمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے“

(خمسہ معرفت ص ۲۲۲ مطبوعہ ۱۹۰۵ء)

(۱۰) ”یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبیلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو متسوخ کی طرح قراء دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدار اور متابعت سے باہر جاتا ہوں

یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔۔۔۔۔ اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اصرار نہیں کھولتا۔ اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔۔۔۔۔ ان معنوں سے میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی تاکہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آسنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔ ورنہ وہ حضرت عیسیٰٰ جن کے دوبارہ آنے کے بارے میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طرح لوگوں کو دامن گیر ہے وہ امتی کیونکر بن سکتے ہیں۔ کیا آسمان سے اتر کر آئے۔ میرے وہ مسلمان ہوں گے اور کیا اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے؟“ (مکتوب نوشتہ ۲۴ مئی ۱۹۰۷ء)

## فصل دوم

### آیت خاتم النبیین کا سیاق و سباق

مودودی صاحب کا دعویٰ ہے کہ ”یہاں تک سیاق و سباق کا تعلق ہے وہ قطعی طور پر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین کے معنی سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والے ہی کے لئے ہوں اور یہ سمجھا جائے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں“ (کتابچہ ختم نبوت ص ۱)

یاد رہے کہ لفظ خاتم النبیین سورہ احزاب کی آیت ۵۸ میں وارد ہوا ہے۔ ساری آیت یوں ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا اس کا لفظی ترجمہ یوں ہے ”حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے“

آئیے اب ہم مودودی صاحب کے مذکور بالا دعویٰ کی صحت کا جائزہ لیں۔ مفسرین اور مؤرخین متفق ہیں کہ یہ آیت سنہ پانچ ہجری میں حضرت زیدؓ کے حضرت زینبؓ کو طلاق دینے اور پھر حضرت زینبؓ

سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کر لینے کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

”اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ان

کفار و منافقین کے اعتراضات

کا جواب دیا ہے جو حضرت زینب

رضی اللہ عنہا سے سیدنا محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے نکاح پر طعن و تشنیع اور

ہمتان و افتراء کے طوفان اٹھا رہے

تھے۔۔۔۔۔ ان کا اولین اعتراض

یہ تھا کہ آپؐ نے اپنی بہو سے نکاح

کیا ہے حالانکہ آپؐ کی اپنی شریعت

میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام

ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا مَا

كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ

رِّجَالِكُمْ۔ محمدؐ تمہارے مردوں میں

سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ یعنی جس

شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے

وہ بیٹا تھا کب۔ کہ اس کی مطلقہ سے

نکاح حرام ہوتا ہے تم لوگ تو خود

جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا  
سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں“

(مش ۶)

ناظرین کرام! جناب مودودی صاحب کے  
بیان کا یہ حصہ بالکل درست ہے۔ آیت کے اگلے حصے  
کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

”پہلے فقرے کے بعد (لیکن) (مگر)

کے لفظ سے دوسرا فقرہ شروع کرنا

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے

فقرے میں مخاطب کی ایک بات کا

جواب ہو جانے کے باوجود اس کا

ایک سوال یا اعتراض باقی رہ

گیا تھا جس کا جواب دوسرے فقرے

میں دیا گیا ہے“ (حاشیہ ص ۷)

اس حد تک درست نتیجہ پر پہنچنے کے بعد آگے

مودودی صاحب کی ٹھوکرا کا باعث یہ ہے کہ انہوں نے

باقی رہ جانے والے ”سوال یا اعتراض“ کو قرآن مجید

کی آیات سابقہ کی روشنی میں متعین نہیں کیا اور محض قیاسی

ڈھکوسلے سے اگلے حصہ آیت ”ولکن رسول اللہ و

خاتوا لتبیت“ کو اپنے ان فرضی سوالوں کا جواب

قرار دیدیا ہے کہ ”آخر اس نکاح کا کرنا کیا ضرورت تھا

اور ایسا نہ کرنے میں کیا قیامت تھی؟“

اگر مودودی صاحب قرآن پاک پر تدبیر فرماتے تو

اس تکلف اور تعصب کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ بات بالکل

واضح تھی اور سیاق و سباق معین طور پر نمایاں تھا۔

یہ درست ہے کہ کلمہ ”لیکن“ استدراک  
کے لئے آتا ہے (دفع تَوْحَمِ نَاشِ عَنْ كَلَامِ  
مَسَارِقِ) یعنی گزشتہ کلام سے پورا ہونے والے  
سوال یا اعتراض کا ازالہ کرنے کے لئے۔ اب دیکھنے  
والی بات یہ ہے کہ سابقہ قرآنی آیات کے مطابق کفار  
و منافقین کے کس اعتراض کا جواب دوسرے حصہ آیت  
”ولکن رسول اللہ و خاتوا لتبیت“ میں دیا گیا  
ہے اور وہ جواب کیا ہے؟ بات یوں ہے کہ کئی زندگی  
میں کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابرہہ کہتے تھے۔ لکھا  
ہے:-

”کہتے تھے کافر اس شخص کے بیٹا نہیں۔

زندگی تک اس کا نام سنے ہیچھے کون

نام لے گا؟“ (موضع القرآن)

اس پر آیت ”ان شائئت هو الا بتر

نازل ہوئی۔ کہ تیرا دشمن ہی ابرہہ گا تجھے تو اللہ تعالیٰ

اولاد کثیر عطا کرے گا۔ جلالین میں لکھا ہے:-

”نزلت فی العاص بن دائل

سمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابرہ عند موت ابنہ القاسم“

کہ یہ آیت عاص بن دائل کے متعلق

نازل ہوئی تھی جب اس نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صاحبزادہ

قاسم کی وفات کے موقع پر ابرہہ کہا تھا۔

(جلالین جلد ۲ مش ۲۷)

اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے کہ سورہ ابراہیم کی

آیت میں اعلان کیا جا چکا تھا النبی اولیٰ  
بالمؤمنین من انفسہم وازواجه  
اتہاتہم کہ یہ پیغمبر مومنوں کا ان کی جانوں سے  
بھی زیادہ غیر خواہ ہے اس کی بیویاں مومنوں کی مائیں  
ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب پیغمبر علیہ السلام کی بیویاں مومنوں  
کی مائیں ٹھہریں تو آپ لا محالہ مومنوں کے باپ قرار  
پائے۔

اب آگے چل کر حضرت زیدؑ کی مطلقہ سے  
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شادی کرنے پر کفار و منافقین  
کے جواب میں فرمادیا کہ:-

ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم  
یعنی تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کا سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں۔

اس بیان سے بہت سی شادی کر لینے کے اعتراض کا جواب  
تو بخوبی ہو گیا مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ دو سوال  
اُبھر کر سامنے آگئے:-

(۱) شروع سورۃ احزاب کی آیت دراز و اجہ  
اتہاتہم میں بوجہ نبی ہونے کے آپ کو  
مومنوں کا باپ قرار دیا گیا تھا۔ اب جب آپ  
کسی کے باپ نہیں تو کیا پھر آپ کی نبوت و  
رسالت بھی جاتی رہی؟

(۲) مگر میں دشمن آپ کو ابتر اور بے اولاد کہتے  
تھے قرآن مجید نے ان کی تردید کی تھی مگر اب  
خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ آپ کا کوئی بیٹا نہیں۔

کیا دشمنوں کا اعتراض درست ثابت ہو گیا؟  
ان دو اعتراضوں کے جواب میں خداوند عز و جل  
فرماتے ہیں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔  
یعنی پہلے حصہ آیت میں ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی جسمانی ابوت کی نفی ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ جسمانی طور  
پر آپ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن روحانی  
ابوت بدستور قائم ہے اور اس کا دائرہ زمانی اور  
مکانی طور پر بھی اور بلحاظ رتبہ و شرف بھی بہت وسیع  
ہے۔ پہلے لفظ رسول اللہ میں النبی اولیٰ  
بالمؤمنین من انفسہم وازواجه  
اتہاتہم والی روحانی ابوت کو ثابت فرمایا ہے  
کیونکہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور اس کی  
امت کے قائم رہنے سے اس کا نام باقی رہتا ہے۔  
دوسرے لفظ خاتم النبیین میں اس بلند ترین  
روحانی ابوت کا اثبات فرمایا گیا ہے جو ایت راقا  
اعطینک الکون و اور آیت انا شامک  
ہو الابرار میں ذکر کی گئی تھی۔ گویا فرمایا کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی امت کے عام افراد کے  
ہی باپ نہیں بلکہ آپ نبیوں کے بھی باپ اور ان کو بھی  
روحانی زندگی بخشنے والے ہیں۔ پس اگر آپ کا جسمانی  
بیٹا کوئی نہیں تو کچھ ہرج نہیں آپ کی روحانی اولاد  
بے شمار ہے آپ کی روحانی اولاد بلند ترین مناصب  
کی وارث ہے کیونکہ آپ رسول اور خاتم النبیین ہیں۔  
تفسیر نہایت واضح اور سیاق و سباق کے  
عین مطابق ہے لیکن شاید اہل ذیل کے لئے اسے قابل



تسلیم نہ ہو کہ اس کا بیان کرنے والا ایک احمدی ہے  
اس لئے ہم ذیل میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ناٹوٹی  
بانی مدرسہ دیوبند کے افسانہ درج کرتے ہیں۔ آپ  
تحریر فرماتے ہیں :-

”حاصل مطلب یہ کہ میرا کہیں  
صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ  
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی نسبت  
حاصل نہیں۔ پر ابوت معنوی مہیوں  
کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء  
کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء  
کی نسبت تو فقط خاتم النبیین  
شاہد ہے۔ کیونکہ اوصاف معروفہ  
موصوف بالعرض، موصوف بالذات  
کے فرغ ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات  
اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے  
اور وہ اس کی نسل۔ اور ہر ہے کہ  
والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی  
طرح سے کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا  
ہوتے ہیں وہ فاعل ہوتا ہے۔ چنانچہ  
والد کا اسم فاعل ہونا اس پر شاہد ہے  
اور یہ مفعول ہوتے ہیں چنانچہ اولاد کو  
مولود کہنا اس کی دلیل ہے۔ سو جب  
ذات بابرکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم  
بالذات بالنبوة ہوتی اور انبیاء  
باقی موصوف بالعرض۔ تو یہ بات

اب ثابت ہو گئی کہ آپ والد  
معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپ  
کے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی  
(رسالہ تحذیر الناس ص ۱۸)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی اس پاکیزہ اور  
معقول و نہایت کے بعد اب ذرا مودودی صاحب  
کی بے تکی تنقید بھی ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں :-  
”آخر اس بات کا کیا تک ہے کہ  
اوپر سے تو نکاح زمین پر معترضین  
کے اعتراضات اور ان کے پیدا  
کئے ہوئے شکوک و شبہات کا جواب  
دیا جا رہا ہو اور یکایک یہ بات کہہ  
ڈالی کہ محمد مبیول کی قبر میں آئندہ  
جو نبی بھی بنے گا ان کی قبر لگ کر بنے گا۔  
اس سیاق و سباق میں یہ بات نہ صرف  
یہ کہ بالکل بے تکی ہے بلکہ اس سے وہ  
استدلال الٹا کر رد ہوا جاتا ہے  
جو اوپر سے معترضین کے جواب میں  
چلا آ رہا ہے“ (ص ۱۸)

اقسوس کہ مودودی صاحب اتنی موٹی بات نہیں  
سمجھ سکے کہ کفار کے اسی اعتراض کے جواب میں کہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی مطلقہ سے  
شادی کر لی ہے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم تو کسی مرد کے باپ نہیں تو آپ کی روحانی ابوت  
کے اثبات کا سوال فوراً پیدا ہو گیا تھا۔ اور یہی موقع

تھا کہ بتایا جاتا کہ گو جسمانی طور پر آپ کسی مرد کے باپ نہیں مگر امت سمجھو کہ اب آپ کا نام کون لے گا، آپ کی تعریف کون کرے گا۔ کیونکہ آپ کو روحانی ابوت کے لحاظ سے صاحب الکونین ہونے کا مقام حاصل ہے۔ سب اہل ایمان آپ کے رسول ہونے کے لحاظ سے آپ کے فرزند ہیں اور سب انبیاء بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے کے لحاظ سے آپ کی معنوی اولاد ہیں اور یہ سلسلہ بند نہیں بلکہ آپ کی ہر اور روحانی توہم اور قوت قدسیہ ہمیشہ نبی تراش ثابت ہوتی رہے گی۔ پس آپ کا محمد (قابل تعریف و تود) ہونا اس بات کا محتاج نہیں کہ آپ کا جسمانی بیٹا ہو آپ کی محمدیت کو اللہ تعالیٰ آپ کے رسول اللہ اور خاتم النبیین ہونے سے ثابت کرتا رہے گا۔

حضرت یحییٰ موعود علیہ السلام نے خاتم الانبیاء کے اسی مفہوم کے بارے میں فرمایا ہے کہ:-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست نبوت نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی ہر رکھتا ہو گا اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہو گا۔ غرض اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی

نفی کی گئی اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ عزت میں جس کا ذکر آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الاَْبَسْتَرِینِ ہے دُور کیا جائے۔ حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممکن نہیں کہ وہ نبوت پر اربع نبوت محمدیہ سے منسوب اور مستفاض ہو۔ یعنی ایسا صاحب کمال ایک بہت سے قوامی ہو اور دوسری بہت سے بوجہ اکتساب اوزار محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو“ (ریویو بر مباحثہ ثالوی د پیکوٹالوی ملٹ)

ہم اے نزدیک یہ مودودی صاحب کی کوتاہ فہمی ہے کہ وہ سورہ احزاب کے خاتم النبیین والے رکوع کو حضرت زینب کے نکاح پر کئے گئے اعتراضات ہوايات تک محدود سمجھتے ہیں حالانکہ ان آیات میں دیگر معارف و حقائق کا بھی ایک بحر غار موجود ہے۔ مودودی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی لینے اسلئے لازمی ہیں کیونکہ اسے متنبی کی رسم کے ابطال کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ چونکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آنے والا نہ تھا اسلئے آنحضرت کیلئے لازم تھا کہ اپنے اعلان کے علاوہ اپنے عمل سے یعنی

حضرت زینبؓ سے شادی کے بھی اس رسم کو باطل کریں اور لوگوں کے دلوں سے کہ امت کے ہر تصور کا قطع قلم کر دیں۔ میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس تعبیر و تفسیر کو من و عن مان لینے سے بھی اتنا ہی ثابت ہوگا کہ آپؐ آخری صاحب شریعت نبیؐ ہیں کیونکہ نئے احکام جاری کرنا صرف صاحب شریعت نبیؐ کا کام ہے امتی نبیؐ کا کام نہیں۔ پس خاتم النبیین کے معنی مودودی صاحب کے اعتراضی سیاق و سباق کے رد سے یہی ہوں گے کہ آپؐ کے بعد کوئی شریعت لانے والا نبیؐ نہ لائے۔ اس سے امتی نبیؐ کی نفی لازم نہیں آتی۔ خاتم النبیین کا یہ مفہوم، یعنی شارع نبیوں میں سے آخری

نبیؐ اگرچہ نا تمام ہے مگر ہمیں یہ بھی مسلم ہے۔ کیونکہ امت کے علماء و محققین کا ایک عظیم گروہ ان معنوں کی تائید کرتا ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں آپؐ ملاحظہ فرمائیں گے۔ جماعت احمدیہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبیؐ ہیں، آپؐ کی شریعت ہمیشہ قائم رہے گی اور آپؐ کے بعد کوئی مستارع یا مستقل نبیؐ نہ آسکتا نہ پیدا ہو سکتا ہے۔ صرف ایسے امتی نبیؐ امت میں سے آسکتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی مودودی صاحب کا استدلال مراسر غلط ہے۔

## فصل سوم

### قرآن مجید کی دوسری آیات کی نو خاتم النبیین کی تفسیر

بجانب مودودی صاحب کے کتابچہ ”ختم نبوت“ کے پڑھنے والے ہر اس شخص کو سخت مایوسی ہوگی جو یقین رکھتا ہے کہ ”الْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُا بَعْضًا“ کے مطابق لفظ خاتم النبیین کے معنی: اور تفسیر کے لئے قرآن مجید کی دوسری آیات سے تائید پیش کی جانی چاہیئے۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنے مرقومہ

دعویٰ کے لئے احادیث اور اذال اور توالیحات مفسرین تو پیش فرمائے ہیں مگر اپنے دعویٰ کی تائید میں قرآن مجید کی ایک آیت تک پیش نہیں کی۔ بات واضح ہے کہ لفظ خاتم النبیین کے معنوں اور تفسیر میں جو اختلاف ہے اس کا بہترین حل یہ ہے کہ قرآن مجید کی دوسری آیات جس معنی اور تفسیر کی تائید کر دیں وہی حتمی

رہے گا کیونکہ وہ مسننہ والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں لفظ یَصْطَفِیٰ ہمارے ہے جو استمراری طور پر حال اور مستقبل کے لئے مستعمل ہوا ہے شاعر کہتا ہے کہ

أَوْ كَلَّمَا وَرَدَتْ عَكَظَ قَبِيلَةٍ  
بَعَثُوا إِلَيَّ عَرِيقَهُمْ بِمَوْتِ سَمٍ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی سنت مذکور ہے دوسری جگہ فرماتا ہے وَلَنْ يَجْدِلَ سِتْرَ اللَّهِ تَبْدِيلًا کہ خدا کی سنت میں تبدیلی نہیں ہے۔ فرشتوں کا بھیجا جانا آج بھی سب مسلمانوں کو مسلم ہے مگر تعجب ہے کہ وہ انسانوں میں سے کسی کے رسول بنائے جانے پر اعتراض کر رہے ہیں۔

(۲) يَا بَنِي آدَمَ رَا مَا يَأْتِيَنَّكُمْ  
رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ  
آيَاتِي فَهَمَّ اتَّقُوا وَاصْلَحْ فَلَا  
خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

(الاعراف: ۲۵)

کہ اے آدم زادو! جب بھی تمہارے پاس

تم میں سے رسول آئیں اور تم پر میری آیات

پڑھیں تو یاد رکھو کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے

اور اصلاح کریں گے ان پر نہ خوف ہوگا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت میں یہ بشارت ہے کہ جب تک آدم زاد

موجود ہیں اور صفحہ زمین انسانوں سے آباد ہے ان میں

نہی اور رسول آتے رہیں گے اور انسانوں کا فرض ہے

مودودی صاحب کے رویہ کے پیش نظر اب دو ہی صورتیں ہیں۔ اقرل یا تو لفظ خاتم النبیین کے ان معنوں کی جو مودودی صاحب کرتے ہیں قرآن مجید کی کسی آیت سے تائید نہیں ہوتی اسلئے مودودی صاحب معذور ہیں۔ دوسری مودودی صاحب کے خیال میں ایسی آیت یا آیات تو ہیں مگر مودودی صاحب نے انہیں اس کتابچہ میں جس کے دوسرے جماعت احمدیہ ایسی تبلیغی اور اسلام کی فدائی جماعت کو کا فر، مرتد اور واجب القتل قرار دینا مقصود ہے درج نہیں کیا۔ یہ دوسری صورت بھی انتہائی تغافل اور مجرمانہ سہل انگاری ہے لیکن پہلی صورت میں تو فیصلہ یقینی طور پر مودودی صاحب کے خلاف ہے۔

ہم اپنے قارئین کو یقین دلاتے ہیں کہ دراصل جناب مودودی صاحب معذور ہیں کیونکہ قرآن مجید کے دوسرے ان کے بیان کردہ مفہوم کی کسی اور آیت سے ہرگز تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس قرآن مجید سے صاف طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کی امت میں سے اصلاح خلاق کیلئے آپ کے امتی نبی آتے رہیں گے۔ آیات ذیل پر غور فرمایا جائے۔

(۱) اللہ تعالیٰ اپنی سنتِ ستمہ کا ذکر کرتے ہوئے

فرماتا ہے اللہ يَصْلَحِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا

بِمَنْ النَّاسُ يَرْجُو ۝ اللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

(الحج: ۷۵) کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے نبی اور

انسانوں میں سے بھی رسول منتخب کرتا ہے اور کرتا

کہ ان پر ایمان لائیں۔

یاد رہے کہ اسی سورہ میں آیت ۲۱ اور ۲۲ اور ۲۳ میں بھی لفظ بنی آدم استعمال ہوا ہے۔ اس سے ہر جگہ ساری نسل آدم مراد ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو درحقیقت اس سے وہی لوگ مراد ہیں جو نزولِ قرآن مجید کے وقت اور اس کے بعد موجود تھے یا ہونے والے تھے۔ ایک آیت میں فرمایا یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کھلوا واشربوا ولا تنسرفوا انہ لا یحب المسرفین ۵ کہ اے آدم زادو! ہر مسجد میں اپنی زینت لیکر جاؤ، کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا یہ کی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس بنی آدم سے حضرت آدمؑ کے وقت کی ان کی اولاد مخاطب تھی؟ پس آیت بنی آدم اذما یا تیتکم رسول منکم میں اصل خطاب اللہ کے انسانوں سے ہے ہاں عمومی رنگ میں پہلے بھی شامل کئے جاسکتے ہیں مگر بہر حال اس کی توہرگز گنجائش نہیں کہ بنی آدم سے مراد صرف پہلے کے انسان ہوں۔ گویا بعد کے انسان آدم زاد ہی نہیں۔

(۳) واذا بقی ابراہیم

رتبہ بکلمات فاتتہ

قال انی جاعلک للناس

اماماً قال دین ذریعتی

قال لا ینال عہدی الظالمین

(البقرہ: ۱۲۴)

۳۱ امام مہدیؑ بنی آدم کے مطلق ہوتے ہیں۔۔۔ فانہ خطاب لاهل ذلک الزمان وکل من بعدہم۔ کہ اس سے سب زمانوں کے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ (آقان جلد ۲)

یاد کرو جب حضرت ابراہیمؑ کی اسکے رب نے چند اولاد امر کے ذریعہ آزمائش کی اور حضرت ابراہیمؑ نے انہیں ٹھیک ٹھیک پورا کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! میں تجھے لوگوں کے لئے امام بناتا ہوں تو اب سے ہمارا نبی اور رسول ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی اے خداوند! میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ امامت جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں مگر ظالموں سے میرا یہ عہد نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی نسل کے لئے اسی امامت کا وعدہ فرماتا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو عطا ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ امامت سے مراد نبوت ہی ہے۔ لغت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید میں فرمایا ہے وجعلنا فی ذریعتہ النبوة (عنکبوت: ۲۷) کہ ہم نے نسل ابراہیمؑ میں نبوت کو جاری کیا۔

اس آیت کے دوسرے جب تک نسل ابراہیمؑ دوتے زمین پر آباد ہے اور وہ ساری کی ساری الظالمین کے گروہ میں شامل نہیں ہو گئی ان میں سلسلہ انبیاء و رسل جاری رہنا ضروری ہے۔

اگر مسلمان غور کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ورود شریف میں کہا صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم اور کہا بادکت علی



مقام کی وضاحت کرتے ہوئے آپ کو سراجاً منیراً  
ٹھہرایا ہے۔ آپ ایسے روشن چراغ ہیں جس سے تمام  
آفاق میں نور پھیلے گا اور آپ اپنے امتیوں کو منور کریں گے۔  
لفظ سراجاً منیراً کے متعلق امام محمد بن عبدالباقی  
الزرقانی لکھتے ہیں :-

"قال القاضي أبو بكر بن العربي  
قال علماءنا ستمی سراجاً لالت  
السراج الواحد يؤخذ منه  
السراج الكثير ولا ينقص  
من ضوئه شيء"

ترجمہ :- کہ قاضی ابوبکر بن العربی کہتے ہیں کہ ہم  
علماء نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کو سراج (چراغ) اسلئے قرار  
دیا گیا کہ ایک چراغ سے صد ہا دوسرے  
چراغ روشن کئے جاسکتے ہیں مگر اصل  
چراغ کی روشنی میں اس سے کوئی کمی  
نہیں آتی۔ (زرقانی شرح المواعظ للذہبی  
جلد ۳ ص ۱۱)

لوگ تو لفظ خاتم النبیین کو انصاف پر مبنیہ کے انقطاع  
کے لئے بطور دلیل ذکر کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ  
ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیراً قرار دیتے  
ہوئے فرماتا ہے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ  
عِنْدَ اللَّهِ فَوْضَلًا كَبِيرًا (احزاب: ۴۷) کہ آپ  
اپنے امتی مومنوں کو بشارت دیدیں کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ  
کی طرف سے فضل کبیر (بڑا فضل) مقرر ہے۔

ابراہیم وعلیٰ الی ابراہیم کے لفظ خاص طور  
پر کیوں مقرر فرمائے ہیں ان کی کیا حکمت ہے؟ تو وہ  
فوراً سمجھ سکتے ہیں کہ اب چونکہ جملہ ابراہیمی وعلیوں  
اور برکات کی وارث امت محمدیہ ہی ہے اور ان سے  
باہر کے گروہ الظالمین میں شامل ہو گئے ہیں اسلئے  
اب یہ نعمت اور یہ امامت ابراہیمی صرف نبی پاک صلی اللہ  
علیہ وسلم کے متبعین کے لئے مخصوص ہے۔ باقی لوگ اپنی  
نعمت کے پانے سے محروم ہیں مگر حضرت خاتم النبیین  
کے پیرو امامت ابراہیمی کے انعام کو پاتے رہیں گے۔

(۴) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ

شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا

مُنِيرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا

كَبِيرًا (احزاب: ۴۶-۴۷)

ترجمہ :- اے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنا کر

بھیجا ہے تو مبشر اور نذیر ہے اور

اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسکی طرف

بلانے والا ہے اور تجھے روشن

کرنے والا چراغ بنا کر مبعوث

فرمایا ہے پس تو مومنوں کو بشارت

دے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی

طرف سے فضل کبیر مقدر ہے۔

خاتم النبیین کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ  
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے

(۵) اُمّتِ محمدیہ کے لئے جو فضل الہی مقرر ہے اس کی تشریح خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی۔ فرمایا۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ  
فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ  
اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ  
وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ  
وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ  
رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ  
اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۝

(النساء: ۶۹، ۷۰)

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے یعنی ان کے ہم پایہ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلے انعام فرمایا ہے یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ہم درجہ ہوں گے۔ یہ لوگ بہترین رفیق ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اُمّتِ محمدیہ کے درجات و مراتب کا بیان ہے گویا سورہ احزاب میں جس فضل کی بشارت دی گئی ہے وہ یہی چار درجات ہیں جو سورہ نساء میں بیان ہوئے ہیں۔ اسی لئے ان کے ذکر کے بعد فوراً فرمایا ہے ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ۔ کہ یہ وہی موعود فضل الہی

ہے جس کا وعدہ مومنین اُمّتِ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ احزاب میں دیا گیا تھا۔ اُمّتِ النبیین کے آخر پر وکان اللہ یحکم شئیء علیہما لایاگی ہے اور اُمّتِ مَنْ یطیع اللہ وَالرَّسُولَ کے آخر پر بھی اسی کے ہم معنی کفٰی بِاللَّهِ عَلِیمًا ذکر ہوا ہے تا صاف دلالت ہو کہ اس آیت میں خاتمیتِ محمدیہ کی تشریح کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان اعلانات اور افضال کا ذکر ہے جو آپ کی اُمّت کیلئے علی قدر مراتب مقرر ہیں۔

امام راجح پائی کتاب المفردات فی غریب القرآن

میں لکھتے ہیں:-

”مَنْ یَقْتَضِی الْاجْتِمَاعُ امَّا  
فِی الْمَكَانِ نَحْوَهَا مَعًا فِی الدَّارِ  
اَوْ فِی الزَّمَانِ نَحْوُهَا مَعًا اَوْ  
فِی الْمَعْنٰی کَالْمُتَعَنِّیْنَ نَحْوِ  
الْاَخِ وَالْاَبِ فَاِنْ اَحَدُهُمَا  
صَارَ اَخًا لِلْاُخْرِ فِی حَالِ مَا  
صَارَ الْاُخْرَ اَخًا وَاَمَّا فِی الشَّرَفِ  
وَالرَّتْبَةِ نَحْوَهَا مَعًا فِی الْعُلُوِّ“  
(المفردات زیر لفظ مَعَ ص ۴۷)

کہ لفظ مَعَ اجتماع کا متقاضی ہے اور یہ اجتماع چار طرح سے ہو سکتا ہے (۱) دونوں ایک مکان میں اکٹھے ہوں (۲) دونوں ایک زمانہ میں اکٹھے ہوں۔ (۳) دونوں ایک صفائی معنی میں شریک ہوں (۴) دونوں ایک درجہ اور مرتبہ میں یکساں ہوں۔

مع الشہیدین۔ ہو معکم ایذا کنتم پیش کرتے ہیں۔ یہ قیاس مع الفارق ہے۔

(۶) اهدنا الصراط المستقیم

صراط الذین انعمت علیہم

غیر المعضوب علیہم ولا

الضالین ○ (سورہ فاتحہ)

اے اللہ! تو ہمیں صراط مستقیم

کی طرف رہنمائی فرما اور ان لوگوں

کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام

فرمایا ہے۔ ان کی راہ سے بچا جو

معضوب علیہم تھے یا گمراہ اور ضالین

تھے۔

اس آیت میں امت محمدیہ کو معضوب علیہم اور ضالین

کی راہ سے بچنے اور منعم علیہم کی راہ پر چلنے کی دعا

سکھائی گئی ہے۔ احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا قول مروی ہے کہ معضوب علیہم سے مراد یہود ہیں

اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ یعنی بیان دو قوں

پر روحانی زوال آیا تو وہ معضوب علیہم اور ضالین

بن گئے ورنہ پہلے وہ انعام پانے والے تھے اللہ تعالیٰ

خود فرماتا ہے واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم

اذ کروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم

انبیاء وجعلکم ملوکاً (المائدہ: ۲۰)۔ کہ

موسیٰ نے اپنے قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم! اللہ

تعالیٰ کے اس انعام کو یاد کرو کہ اس نے تم میں انبیاء

پیدا کئے اور اس نے تمہیں بادشاہت عطا کی۔

ظاہر ہے کہ امت محمدیہ کے لئے سابق نبیوں،

صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ زمانی اور

مکانی معیت حاصل نہیں تھی۔ سابق منعم علیہم لوگوں کے

ساتھ امت محمدیہ کی معیت صرف درجہ اور مرتبہ میں یکساں

والی ہی ہو سکتی ہے۔ اسی قسم کی معیت آیت تشرافی

و توقنا مع الابرار (آل عمران: ۱۹۳) میں بھی

مراد ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمیں نیک ہونے

کی صورت میں موت دیجیو۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ جب کوئی

نیک مرنے لگے تو ہماری بھی روح قبض کر لیجیو۔ چونکہ

آیت ومن یطع اللہ والرسول فی خیر امت

کے مراتب اور مناقب کا ذکر ہے اس فضل کا بیان ہے

بواسطہ تعالیٰ اسے اس امت کے لئے مقرر فرمایا ہے اسلئے

اس جگہ اشتراک درجہ کے معنی ہی ہو سکتے ہیں۔ اگر کہو

کہ نبی کوئی نہیں بن سکتا تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ امت

میں سے کسی کے صالح، شہید اور صدیق بننے کا بھی امکان

نہیں کیونکہ مع کا لفظ تو سب کے ساتھ ہے۔ ہم تسلیم

کرتے ہیں کہ مع کے موقع کے لحاظ سے مختلف معنی ہوتے

ہیں اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مختلف معنوں میں آیا ہے

بس سے بعض لوگوں کو غلطی لگ جاتی ہے لیکن لفظ مع

لغت اور آیات کے دوسے اشتراک فی الرتبہ کے معنی

بھی رکھتا ہے اور آیت زیر نظر میں اس معنی کے سوا کوئی

معنی چسپاں نہیں ہو سکتے۔ ہماری اس تشریح سے ان

لوگوں کی غلطی بالکل عیاں ہو جاتی ہے جو اس آیت کے

جواب میں آیات محمد رسول اللہ والذین

معہ۔ ان اللہ مع المؤمنین۔ ان اللہ

دونوں آیتوں پر یکجائی نظر کرنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صراط المذین انصت علیہم کی خود تعلیم کردہ دعائیں دراصل مسلمانوں کو بشارت دی ہے کہ تم پر بھی بادشاہت اور نبوت کا انعام جاری رہے گا۔ کیونکہ یہ دونوں قومی انعام ہیں اور تم کو اب اللہ تعالیٰ نے منعم علیہم بنانے کا فیصلہ فرمایا ہے تم خیر امت ہو اور حضرت نیرا رسول کے ماننے والے ہو اس لئے اب تم کو بھی یہ انعام ملتا رہے گا۔ البتہ یہ دعا کرتے رہو کہ خدا یا ہمیں منعم علیہم بننے کے بعد پھر کبھی یہود و نصاریٰ کی طرح مغضوب علیہم یا ضالین نہ بنائیں۔

(۷) وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ  
التَّيِّبِينَ لَمَّا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ  
وَحُكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ  
مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ  
بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَضُكُمْ  
وَإِذَا تَوَلَّوْا عَلَىٰ ذُلِّكُمْ عَصِيئُونَ  
قَالُوا أَقْرَضْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا  
وَأَنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ  
(آل عمران ۸۱)

ترجمہ :- یا جو کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں  
پر نچتہ عہد لیا کہ میں نے ہی تم کو کتاب  
اور حکمت دیا ہے۔ پس اگر کوئی  
رسول تمہاری تعلیمات کا مصدق تمہارے  
پائے آئے تو اس پر ضرور ایمان لانا اور

اس کی ضرور نصرت کرنا۔ فرمایا کیا تم  
اقرار کرتے ہو اور اس پر میرے عہد کو  
قبول کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں  
ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے  
ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اس آیت میں نبیوں سے عہد لینے کا ذکر ہے۔ مراد  
یہی ہے کہ ہر نبی کے ذریعہ اس کی امت سے اقرار لیا گیا  
کہ آنے والے پیغمبر پر ایمان لائے اور اس کی تائید  
و نصرت کرے۔ اس آیت میں ”رسول مصدق“  
لما معکم سے مطلق طور پر ہر آنے والا رسول  
مراد ہے اور اس طرح یہ آیت صریح طور پر دلالت کرتی  
ہے کہ ہر نبی کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے اور سلسلہ ہستی  
دنیا تک جاری رہے گا۔

پھر اس آیت میں ”رسول مصدق لما معکم“  
میں تکمیل کو نفیم شان کے لئے بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔  
اور معنی یہ ہوں گے کہ اس میں مسکے بڑے پیغمبر حضرت  
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے سب امتیں  
آپ پر ایمان لانے کی مکلف ہیں۔ آپ کے بعد کے انبیاء  
آپ کے اظلال ہیں وہ اس صورت میں آپ کے وجود  
باوجود ہیں ہی شامل ہوں گے۔

(۸) وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ  
مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَوَعَدْنَا  
نُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ  
وَعِيسَىٰ بَنِي مَرْيَمَ وَآخِذْنَا

مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۚ  
الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ عِزَّةَ رَبِّهِمْ فَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۚ  
أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝  
(احزاب ۷۱-۸۰)

ترجمہ:- یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے بھی۔  
نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام سے بھی ہم نے سب سے مضبوط عہد لیا تاکہ اللہ تعالیٰ صادقوں سے ان کی سچائی کے واسطے میں دریافت کرے۔ اس نے کافروں کے لئے دروزل عذاب تیار کیا ہے۔

اس آیت میں ہر امت سے فرمایا ہے کہ بن ابیاء و ميثاق لیا گیا ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ سورہ آل عمران دہلی آیت کو ساتھ ملا کر تدبیر کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کے ذریعہ بھی یہ عہد لیا گیا ہے کہ مسلمان آنے والے نبیوں پر ایمان لاتے ہیں سورہ سورہ احزاب کی آیت میں ”وَرَمَلْنَا“ کے الفاظ بے معنی قرار پاتے ہیں۔ مشہور تفسیر حسینی میں اس آیت کے معنی یوں لکھے ہیں:-

”وَإِذَا أَخَذْنَا يَدَ رَكُوعٍ لِيَاكُم مِّنَ النَّبِيِّاتِ نَبِيٍّ مِّنْهُمْ مِيثَاقًا ۚ عَهْدَانِ كَاسِ بَابٍ بِرَبِّهِمْ عِبَادَتِ كَرِيمٍ ۚ وَرَبِّهِمْ بِلَايَتِهِ ۚ وَرَبِّهِمْ دَوْرِهِمْ كِي تَصَدِّقُ كَرِيمٍ ۚ

ہر ایک کو بشارت دیں اسی پیغمبر کی کہ ان کے بعد ہوگا۔ اور یہ عہد پیغمبروں سے روز الست میں لیا گیا۔ ورمَلْنَا لیا ہم نے تجھ سے بھی عہد اسے محمدؐ  
(تفسیر حسینی اردو مطبوعہ نو کشور جلد ۱) ۲۵۰  
(۹) مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا دَمَوْا ۚ فَنُفِخَ فِي سَاقٍ عَظِيمَةٍ ۝ (آل عمران ۷۹)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو رہے بلکہ وہ طیب و خبیث میں امتیاز کرتا رہے گا۔ مگر وہ تم کو (براہ راست) غیب پر مطلع نہ کرے گا لیکن وہ جس کو چاہے گا اپنے رسولوں کے طور پر منتخب کرے گا۔ تم اے مسلمانو! اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہوگا۔

قارئین کرام! اس آیت میں خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم اور ساری امت مسلمہ سے ہے۔ پہلی قوموں سے نہیں



”ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک رسول  
مبعوث نہ کر لیں“

ان دونوں آیتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے  
کہ عذاب اور ہلاکت سے پہلے بعثت رسول ضروری  
ہے تا منکرین یہ نہ کہیں رَبَّنَا كَوْلَا اَرْسَالَتَ  
الْيَسَارَ سُوْلًا فَتَشِيْعَ اَيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ  
تَنْزِلَ وَتَخْزِي ۝ (طہ، ۱۳۲) کہ اے خدا اگر آپ  
ہماری طرف کسی رسول کو مبعوث فرما دیتے تو ہم ذلیل  
دروسا ہونے سے پیشتر تیری آیات کی پٹری کر لیتے۔“

ایسا یہ مضمون واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بعد آنے والے اُمّی رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری  
ہے اور منکرین اور معاندین اسلام پر ان کے ذریعے سے  
اتمامِ حجت ہوگی اور وہ مستحق عذاب قرار پائیں گے۔

ان دس آیات پر ادنیٰ قدر سے یہ حقیقت کھل  
جاتی ہے کہ قرآن مجید کے دوسے مَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ  
وَالرَّسُوْلَ کی قید کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بعد اُمّی انبیاء کا آنا ممکن ہے۔ البتہ قرآنی شریعت  
کو منسوخ کرنے والے یا فیضانِ محمدی کے منکرین نہیں  
اسکے۔ پس اس حقیقت کی روشنی میں خاتم النبیین کی بھی تفسیر  
درست اور قابل قبول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
بعد نئی شریعت لانے والے انبیاء کا آنا ممکن ہے مگر اُمّی  
نبیوں کی بعثت جاری ہے۔ اسی سے فیضانِ محمدی کا کمال  
ظاہر ہوتا ہے۔

آیات قرآنیہ کی شیعہ تفسیر | مسئلہ ختم نبوت پر  
آیات قرآنی کی روش سے

مسلمانوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ وہ  
بعثت اور طیب میں امتیاز کرے گا لیکن اس کیلئے یہ صورت  
نہ ہوگی کہ براہِ راست ہر شخص کو یہ غیبی بات بتائی جائے کہ  
کون طیب ہے اور کون نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس امتیاز  
کے لئے یہ طریق اختیار فرمائے گا کہ وہ اپنے برگزیدہ  
رسول مبعوث کرتا رہے گا۔ اس وعدہ کے بعد اللہ تعالیٰ  
نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سب  
رسولوں پر ایمان لائیں۔ ایمان لانے اور تقویٰ اختیار  
کرنے کی صورتیں انہیں ابر عظیم ملے گی۔

یہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے اُمّی  
نبیوں پر ایمان لانے کا ميثاق ہے۔ کیونکہ آنحضرت  
کے بعد صرف آپ کی اطاعت کرنے والے اور آپ کی  
شریعت کا نفاذ کرنے والے انبیاء ہی آسکتے ہیں جیسا کہ  
دوسری نص وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ سے بالبدلت  
ثابت ہے۔

(۱۰) (العت) وَ اِنَّ مِنْ قَرْيَةٍ رَّا لَا

نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ

الْيَقِيَامَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا

شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ

مَسْخُوْرًا ۝ (نہی اسرائیل، ۵۸)

(ب) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى

تَبْعَتْ دَسُوْلًا ۝ (نہی اسرائیل، ۱۵)

ترجمہ: ”قیامت سے پہلے ہم ہر بستی کو

ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب

دینے والے ہیں یہ کتاب میں مقرر ہے“

دستی ڈالی جا چکی ہے، اہلسنت کی روایات پر بھی تبصرہ موجود ہے، اب مختصر طور پر شیعہ کتب تفسیر و عقائد کے رد سے ختم نبوت کی حقیقت و درج ذیل کی جاتی ہے۔ تاشیعہ بھائیوں کو بھی سمجھنے میں اہولت ہے :-

۱۔ آیت رَآیَ جَاءُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (سورہ بقرہ ۱۲۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ نبی اللہ سے کہا کہ تیری جیسے لوگوں کے لئے امام بنائیواں ہوں تو انہوں نے عرض کی کہ میری اولاد میں سے بھی امام بنائیواں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کو نہ ملے گا۔ اس آیت کے متعلق شیعہ تفسیر میں لکھا ہے :-

فابطلت هذه الآية امامة كل ظالم الى يوم القيامة وصارت في الصفوة۔ (تفسیر صافی زیر آیہ مذکورہ) کہ اس آیت نے قیامت تک کے لئے ہر ظالم کی امامت کو باطل کر دیا ہاں اس سے پاک لوگوں کی امامت قیامت تک ثابت ہو گئی۔

۲۔ آیت هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ فِي رَسُولِ كَذِبٍ شَيْعِہ صاحبان کے ہاں لکھا ہے :-

(الف) ”فرزت فی القبا ئم من آل محمد“ (بخارا ناواں جلد ۱۲ ص ۱۱) کہ یہ آیت امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (ب) ”مراد از رسول در اینجا امام مہدی موعود است“ (غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۳)

۳۔ آیت يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ کے بارے میں شیعہ تفسیر میں لکھا ہے :-

”قِيلَ الرُّوحُ الْوَحْيُ..... وَقِيلَ  
أَنَّ الرُّوحَ هَهُنَا النُّبُوَّةُ عَنْ الْمَدَى“  
(تفسیر مجمع البیان جلد ۳ ص ۱۳)

کہ بعض نے اس آیت میں الروح سے مراد وحی کی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ اس جگہ نبوت مراد ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی نبوت کو جاری رکھے گا۔

(۴) آیت وَارِثُ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَكُمُ الشِّعْرُ مَا جَاءَكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ (الف) ”ما بعث الله نبياً من لدن آدم الا ويرجع الى الدنيا فينصروا امير المؤمنين“ (تفسیر نفی ص ۲۳)  
(ب) ”فرمود کہ اُن وقتے خواہد بود کہ حق تعالیٰ جمیع کند در پیش روئے او پیغمبران مونسائی نماید کنند اورا“ (حق یقین ص ۱۵)

گویا شیعہ بھائیوں کے نزدیک امیر المؤمنین امام مہدی علیہ السلام کی نصرت کیلئے سب نبی تشریف لائیں گے۔ اس عقیدہ رجعت کے رد سے جب سب نبی آسکتے ہیں تو ایک نبی کی بعثت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

۵۔ آیت يَا بَنِي آدَمَ رَا مَا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ کے متعلق شیعہ تفسیر میں لکھا ہے :-

”فَقَالَ يَا بَنِي آدَمَ وَهُوَ خُطَاب  
يَعْمُ جَمِيعَ الْمَكَلَّفَاتِ مِنْ بَنِي  
آدَمَ مِنْ جَاءَهُ الرُّسُولُ مِنْهُمْ وَمِنْ

جاذبات یا قیہ الرسول“

(مجمع البیان زیر آیت مذکورہ)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کا لفظ رکھا ہے

جس سے تمام مکلف انسان مراد ہیں وہ

بھی جن کے پاس رسول آپکے اور وہ بھی

بن کے پاس رسولوں کا آنا ممکن ہے“

پس جب سب آدم زادوں کو نبیوں کے آنے کی خبر دی

گئی ہے تو اس سلسلہ کا قیامت تک رہنا ضروری ہوا۔

۶۔ آیت قَوْحَبِّ لِيْ ذِكْرِيْ حُكْمًا وَجَعَلْنِيْ

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ کے متعلق لکھا ہے کہ امام ہمدانی یہ

کہیں گے اور اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں کریں گے۔

گویا امام ہمدانی مرسلین میں سے ہوں گے۔ (کتاب

اکمال الدین ص ۱۸۹)

کیا اب ضرورت نبوت نہیں؟ شیعوں کا معتبر

کتاب میں لکھا

ہے :- ”اگر کسی وقت میں نوع انسان معلوم روحانی

کی محتاج تھی تو اب بھی ہے۔ الا یہ کہ

دیا جائے کہ کبھی انسان محتاج پیغمبر و

امام و معلم روحانی نہ تھا اور بعثت معتبہ

الہی معاذ اللہ فضول اور لغو ہے۔

ورنہ جو اول ضرورت کو تسلیم کرتا ہے

وہ اب بھی کہہ چکا۔ جو پہلے انبیاء و

ادھیاء و انکم کو مانتا ہے وہ

اب بھی مانے گا اور وجود امام کو

تسلیم کرے گا۔ وجود امام آخر الزمان

کا منکر تمام انبیاء و ادھیاء کا منکر ہے

اور یہی قول پیغمبر سے بھی ثابت ہے“

(الاصراط السوی ص ۲۵-۲۶)

اُمت محمدیہ میں نبوت حضرت امام ابو جعفر ہادی

نسل کی نعمتوں ”الرسول

والانبیاء والائمة“ کے ذکر پر فرماتے ہیں :-

”فکیف یفرون فی آل ابراہیم

علیہ السلام وینکروہ فی آل

محمّد صلی اللہ علیہ وسلم“

(الصافی شرح اصول الکافی جلد ۱ ص ۱۱)

کہ عجیب بات ہے کہ لوگ ان نعمتوں کا

وجود آل ابراہیم میں تو تسلیم کرتے ہیں

لیکن آل محمد میں ان کا انکار کرتے ہیں“

پس اُمت محمدیہ میں تابع نبیوں کا آنا تعجب چیز نہیں بلکہ

اس نعمت کا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ پایا جانا حیرت

کا موجب ہوگا۔

شیعوں کے لغوی حوالے (۱) شیعہ لغت

مجمع البحرین میں لکھا

ہے :- ”و محمد خاتم النبیین یجوز

فیہ فتح الماء وکسرہا فالفتح

بمعنی الزینۃ ماخوذ من الخاتم

الذی ہو زینۃ للابسم“

کہ خاتم النبیین میں خاتم اور خاتم دونوں جائز

ہیں اور خاتم کے معنی زینت اور خوبصورتی کے ہوں گے۔

یہ انکو بھی سے ماخوذ ہے جو کہ پہنے واسطے کے لئے موجب

ذہبت ہوتی ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ پہلے اور پیچھے آنے والے  
نبیوں کو اٹھائے گا۔“

قابل غور ہے کہ اگر کسی نبی کے آنے کا امکان ہی نہیں  
تو یہ پیچھے آنے والے نبی کون ہیں؟

حاضر و ماضیوں کی مستند کتاب اکمال الدین میں لکھا  
ہے۔ ”فالهدایة من الانبیاء والادعیاء

لا یجوز انقطاعہما اما للتکلیف

من اللہ عزوجل لازماً للعباد“

ترجمہ۔ جب تک بندے اللہ تعالیٰ کے احکام کے

مکلف ہیں تب تک ہدایت دینے والے نبیوں اور

وصیوں کا انقطاع جائز نہیں۔“

مسوور۔ اللہ تعالیٰ کا قول تفسیر اقصیٰ میں لکھا ہے

کہ اس نے غرۃ من المطاہ کو ہاتھ میں لے کر کہا :-

”منک اخلق التبیین والمرسلین

وعبادی الصالحین والائمة المہتدین

والدعاة الی الجنة واتباعهم الی یوم القیامۃ

ولا ابالی“

ترجمہ۔ (اے قطرہ پانی!) میں تجھ سے قیامت تک نبی، رسول

نیک بندے، ہدایت یافتہ امام، بہت کچھ دعاؤں اور انکے اتباع

پیدا کرتا رہوں گا اور مجھے کسی کی پرواہ نہ ہوگی۔“

ان حوالہ جات سے بالبداهت ثابت ہے کہ شیعہ

نقطہ نگاہ سے خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ آپ کی

آمت کے تمام ابواب نعمت مفتوح ہیں اور آپ سب سے

افضل نبی ہیں۔ لفظ خاتم النبیین انقطاع نبوت غیر تشریعی پر

دلیل نہیں ہے +

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔ ”الخاتم لما سبق و

الفاخ لما الخلق“ کہ آپ کے آنے سے پہلے دور ختم ہو گئے

اور اب آپ نئے دور کے کھولنے والے ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو

خاتم الاولیاء قرار دیا۔ (تفسیر صافی ص ۱۱۱)

(۴) علامہ محمد سیطین نے اپنے رسالہ الصراط

السوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم المعلمین

قرار دیا ہے۔

(۵) حضرت علیؓ نے اپنے آپ کو خاتم الوصیین

کہا ہے۔ (منار الہدی ص ۱۱)

(۶) مشہور شیعہ کتاب ”لا یمضی الفقیہ“

کے مابٹل بیچ پر الشیخ الصدوق کو خاتم المحدثین

لکھا گیا ہے۔

کیا شیعہ صاحبان ملنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی معلم نہیں ہوا؟ حضرت

علیؓ کے بعد کوئی ولی یا وصی نہیں ہوا؟ یا جناب الشیخ

الصدوق کے بعد کوئی محدث نہیں ہوا اور نہ آئندہ

ہوگا؟

تین فیصلہ کن حوالے | اول شیعہ تفسیر میں

لکھا ہے :-

”حشر اللہ الاولین والآخرین

من النبیین والمرسلین“

(تفسیر اقصی ص ۱۱)

# فصل چہارم

## احادیث نبویہ کی روشنی میں خاتم النبیین کا مفہوم

جناب مودودی صاحب نے چودہ احادیث پیش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:-

”اب سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والا اور

اس کی تفسیر کا حقدار اور کون ہو سکتا ہے

کہ وہ ختم نبوت کا کوئی دوسرا مفہوم بیان

کرسے اور ہم اسے قبول کرنا کیا معنی

قابل التفات بھی سمجھیں۔“ (ختم نبوت ص ۱۱)

بلاشبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرآن مجید

سمجھنے والے تھے اور بلاشبہ آپ کی تفسیر ہی اس بات کی

حقدار ہے کہ اسے قبول کیا جائے اور اس کے مخالف کوئی

اودبات قابل اعتناء نہ ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے مگر

مودودی صاحب کا اس موقع پر یہ ارشاد ”کلمۃ حق

اروید بھا الیٰ باطل“ کا مصداق ہے۔

ہم مولانا مودودی صاحب کی پیش کردہ چودہ

روایات تفصیلی نظر ڈالنے سے قبل لفظ خاتم النبیین

کے معنوں کی تعین اندوئے احادیث کرنے کے لئے تین بنیادی مسائل ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں:-

پہلا بنیادی مسئلہ | قرآن مجید میں لفظ خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے

بطور مدح اور وصف وارد ہوا ہے۔ اس بارے

میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خاتم النبیین ہونا حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند ترین شان ہے اور یہ آپ کی

ایسی فضیلت ہے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہو سکتا

مودودی صاحب نے تیسرے نمبر پر جو حدیث پیش کی اس میں

حضور نے فرمایا فضلت علی الانبیاء یس (۱۳)

کہ مجھے سب نبیوں پر چھ فضیلتیں حاصل ہیں جن میں سے

سب سے بڑی اور سہوکی فضیلت یہ ہے ختم فی النبیین

کہ مجھے خاتم النبیین بنایا گیا ہے۔ اس جگہ حدیث نبوی انا

ستید الاولین والآخرین من النبیین (رواہ

الدیلمی) بھی قابل توجہ ہے۔

پس جب یہ طے ہو گیا کہ خاتم النبیین آنحضرت

کی امتیازی فضیلت ہے تو اس کے معنوں کی تعین کرنے

وقت کبھی نہ ٹھونڈنا چاہئے کہ ایسے معنے کئے جاویں جن سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ثابت ہو۔ اس مرحلہ

پر ہم جناب مودودی صاحب اور ان کے سب ہم نواؤں سے

پُر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ محض زمانہ کے لحاظ سے پیچھے آنے اور آخری ہونے میں کیا وجہ تفضیل ہے؟ جواب دیتے وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ناز قوی کی مندرجہ ذیل تہذیب کو ضرور مد نظر رکھا جائے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلیم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ تفضیل نہیں پھر مقام مدح میں والکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہتے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر اُس جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی“ (تہذیب الدن ص ۳)

ہمارے نزدیک خاتم النبیین کے معنوں کو اصل کرنے کے لئے مسئلہ ایک کلید ہے۔

دوسرا بنیادی مسئلہ | اس جگہ دوسرا بنیادی مسئلہ حضرت مسیح کی

آمد کا عقیدہ ہے۔ مولانا مودودی نے اپنے کتابچہ میں اس بارے میں متعدد روایات درج فرمائی ہیں (جن پر آگے چل کر اسی فصل میں بحث کر رہے ہیں)۔ مولانا کو ان احادیث کے ظاہری معنوں پر اتنا اصرار ہے کہ آپ لکھتے ہیں کہ:-

”اس مقام پر یہ بحث پھیرنا بالکل لاعمال ہے کہ وہ (حضرت مسیح) وفات پا چکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہیں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھا لانے پر قادر ہے۔ وگرنہ بیانات اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنی کائنات میں کہیں ہزار ہا سال تک زندہ رکھے اور جب چاہے دنیا میں واپس لے آئے۔“ (ختم نبوت ص ۵)

اس عبارت کو پڑھ کر بار بار تعجب ہوتا ہے کہ مولانا مودودی کے نزدیک صرف یہ بات ہی اللہ کی قدرت سے بعید ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امتی کو مسیح نامری کے مقام پر کھڑا کر کے باقی سب کچھ وہ خدا کی قدرت میں مانتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم چند اہل حدیث علماء کے ساتھ دہلی کے ایک ہی ڈیر میں بدوہی سے ملا ہوا آ رہے تھے تو ایک خوش طبع مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کو ”علیٰ کئی قدیر“ مان لیں تو ہمارا آپ کا فوراً فیہنہ ہو جاتا ہے میں نے کہا کہ میں تو یہ ایمان رکھتا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو وہ صاحبِ زمانے لگے کہ کیا آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ حضرت مسیحؑ کو آسمان پر لے جانے پر قادر ہے؟ میں نے بحث کہا کہ ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ مسیحؑ کو آسمان پر لے جانے پر بھی قادر ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تو بھٹی اب فیصلہ ہو گیا۔ میں نے عرض کیا کہ ابھی ادھورا فیصلہ ہوا ہے ایک حصہ باقی ہے۔ میں نے کہا کہ وہ یہ کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر مان لیں۔ مولوی صاحب نے فوراً کہا کہ ہم مسلمان تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو علیٰ کل شئیٰ قادیو مانتے ہیں میں نے کہا کہ اب پھر آپ میرے سوال کا جواب دیں اور وہ یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ حضرت میرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود ماننے پر قادر ہے؟ مولوی صاحب کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ وہ ایسا تو نہیں کر سکتا۔ ڈب میں قہقہہ پڑ گیا اور میں نے کہا کہ لیجئے آپ نے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا ہے ورنہ ابھی مکمل فیصلہ ہو جاتا۔

مولانا مودودی صاحب کا دلی وفاتِ مسیح کے واضح دلائل کے سامنے ان کی وفات کو ”فرس کر لینا“ ہے مگر پھر کہتا ہے کہ خدا انہیں دوبارہ زندہ کر کے لے آئے گا۔ غالباً محبتِ مسیح کے غلو میں یا اپنی ضد میں مولانا کو قرآن مجید کا صریح فیصلہ یاد نہیں رہا ورنہ وہ ایسی بات نہ کہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیَمَسْكَ التَّوْرَةَ عَلَىهَا الْمَوْتُ (الزمر ۲۲) کہ جس جان پر ایک دفعہ موت وارد ہو جائے اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں دوبارہ

بھیجنے کی بجائے عالمِ آخرت میں روک رکھتا ہے! خیر ہم اس جگہ وفاتِ مسیح پر بحث نہیں کر رہے ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مودودی صاحب مسیح کے دوبارہ آنے پر کتنے یقین کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا آئناہِ نبیوں کے روتے کتنا لازمی سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ وفات بھی پاگئے ہوں تو دوبارہ زندہ کر کے بھیجے جائیں گے۔ مودودی صاحب کے اس عقیدہ سے مسئلہ ختمِ نبوت خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ مودودی صاحب ہزار تالیفیں کریں مگر وہ اپنے قلم سے اپنے رسالہ میں ایک فیصلہ کن حدیث نقل کر چکے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لیس بینی و بینہ نبی و انہ نازل۔

کہ مسیح اور میرے درمیان اور کوئی نبی نہیں اور وہ آئندہ نازل ہونے والے ہیں۔ مودودی صاحب نے یہ حدیث اپنے کتابچہ ”مسما“ پر درج کی ہے اس سے دوامِ مسئلے ملے ہو جاتے ہیں۔

(۱) آنے والا مسیح موعود بہر حال نبی ہے۔

(۲) آنحضرتؐ اور مسیح موعود کے درمیانی زمانہ میں کوئی نبی آئیگا نہیں۔

دوسرے واضح نتیجہ سے ان تمام احادیث کی تشریح ہو جاتی ہے۔ بن میں لاتبی بعدی کے قسم کے الفاظ رکھا ہیں۔ گویا یہی اس زمانہ سے متعلق ہے جو آنحضرتؐ اور مسیح موعود کا درمیانی زمانہ ہے۔

پہلا نتیجہ بھی واضح ہے اگر مسیح موعود غیر نبی

ہوتا تو ایس بیسی و بیسنہ نبی کہنا بیسی  
ٹھہرتا ہے۔

خاتم النبیین کے معنوں کے سمجھنے کے لئے یہ  
دوسری کلید ہے۔

تیسرا بنیادی مسئلہ | واقعات یوں ہیں کہ شہنشاہ  
ہجری میں آیت خاتم النبیین

کا نزول ہوا۔ شہنشاہ ہجری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کا صاحبزادہ ابراہیم تولد ہوا اور فوت ہو گیا۔ اس کی  
وفات پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا  
لو عاش لکان صدیقاً نبیاً (ابن مایہ  
کتاب الجنائز) کہ اگر ابراہیم زندہ ہوتا تو نبی ہوتا۔  
مسنور کا یہ ارشاد آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد ہے  
اور حقیقت یہ خاتم النبیین کی واضح تفسیر ہے۔

یہی ارشاد نبوی سے واضح ہے کہ خاتم النبیین  
کا لفظ آپ کے نزدیک صدیق نبی یا امتی نبی بننے میں  
ہرگز رک نہیں۔ ورنہ اس موقع پر یوں ارشاد فرماتے  
کہ اگر یہ زندہ بھی رہتا تب بھی مجھ کو نہ بن سکتا کیونکہ میں  
خاتم النبیین ہوں۔ مگر مسنور نے جو ارشاد فرمایا اس سے  
عیاں ہے کہ خاتم النبیین تو صاحبزادہ ابراہیم کے نبی بننے  
میں روک نہ تھا محض ان کا ذات یا پاتا روک تھا جس  
سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے باوجود امتی نبیوں کا  
دروازہ کھلا ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کسی ہونہار  
طالب علم کے فوت ہو جانے پر کہا جائے کہ اگر یہ زندہ  
رہتا تو ایم۔ اسے کہ لیتا۔ ظاہر ہے کہ یہ فقرہ اسی صورت  
میں کہا جائے گا جبکہ ایم۔ اسے پاس کرنا ممکن ہو۔ اسی طرح

لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کا تقاضا ہے کہ امتی  
نبوت کو اپنی ذات میں ممکن مانا جائے۔

حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کے  
متعلق لکھا ہے :-

”اما صحیح الحدیث فلا شبهة

فیہا لاقہ رواہ ابن ماجہ

وغیرہ کما ذکرہ ابن حجر۔“

(الشہاب علی البیضاوی جلد ششم)

امام ملا علی القاریؒ اس حدیث کو تین طریقوں پر مروی  
اور قوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”لو عاش ابراہیم وصادق نبیاً

و کذا لو صاد عمر نبیاً لکانا

من اتباعہ علیہ السلام کیسے

والخضر والیاس علیہم السلام

فلایناقض قولہ تعالیٰ خاتم

النبیین اذ المعنی انہ

لا یأتی نبی بعدہ ینسخ ملکہ

و ان ینکن من امتہ و یقویہ

حدیث لو کان موسیٰ علیہ السلام

حیاً لما وسعہ الا اتباعی۔“

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا اور نبی

بن جاتے اسی طرح حضرت عمرؓ نبی بن جاتے

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ یا

امتی نبی ہوتے جیسے عیسیٰؑ آنحضرت اور الیاس

علیہم السلام ہیں۔ یہ صورت خاتم النبیین



کے منافی نہیں کیونکہ خاتم النبیینؐ کے قریب سے  
ہی کہ اب آنحضرتؐ کے بعد ایسا ہی نہیں  
اسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ قرار  
دے اور آپؐ کا امتی نہ ہو ان محضوں  
کی تائید حدیث لو کان موسیٰ حیاً  
سے بھی ہوتی ہے کہ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے  
تو انہیں میری پیروی کے بغیر چاہہ نہ  
ہوتا۔" (موضوعات کبیرہ اعلیٰ القاریؒ)

یہ حدیث نبویؐ لو عاش لکان صدیقاً نبیاً  
تیسری کلید ہے جس سے وہ تمام اشکال حل ہوجاتے  
ہیں جو احادیث کے غلط معنی کو کے مودودی صاحب نے  
پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے

مودودی صاحب کی آیات کی  
پہلی حدیث

صاحب کی پیش کردہ احادیث کا تفصیلی جائزہ لیں۔

— کانت بنو اسرائیل قسوسهم  
الا نبیاء کلما هلك نبي خلفه

نبی ..... الخ

الجواب (۱) "سیکون فی امتی خلفاء"  
کے الفاظ جو حدیث میں آئے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد قریب کا زمانہ  
مراد لیا ہے۔ جیسا کہ لفظ "میں" سے ظاہر ہے جو مستقبل  
قریب کے لئے آتا ہے۔ یعنی میرے بعد خلف ہونگے  
اور معاً بعد نبی کوئی نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس

حدیث سے ہمیشہ کے لئے امتی نبوت کی نفی پر استدلال  
درست نہیں۔

(۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل  
میں معمول یہ تھا کہ ان میں نبی بادشاہ بھی ہوتا تھا جب کوئی  
نبی مرتا تو اس کا جانشین بھی بادشاہ ہی ہوتا تھا۔ آنحضرتؐ  
نے فرمایا کہ میری امت میں بادشاہت اور نبوت جمع نہیں  
ہوں گی۔ چنانچہ دیکھ لو ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ بادشاہ  
(خلیفہ) تو ہوئے مگر نبی نہ تھے۔ اور جو نبی ہوا (یعنی  
مسیح موعودؑ) وہ بادشاہ نہ ہوا۔

(۳) اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں ہوگا قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے واسطے مسیح موعود کو علم کی حدیث  
میں "نبی اللہ" کہہ کے پکارا ہے۔ (دیکھو مشکوٰۃ ص ۲۶۹)  
جب تائی و مشکوٰۃ اصح المطابع ص ۲۶۹ و مسلم جلد ۲ ص ۳۷۷

(۴) یہ حدیث صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
اور مسیح موعودؑ کے درمیان فی زمانہ کے لئے ہے کیونکہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لیس بینی و بینہ  
نبی و اقلہ نازل" (ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۳۸) کہ اس  
نازل ہونے والے اور میرے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا۔

بخاری میں بھی "لیس بینی و بینہ نبی" کے الفاظ  
آئے ہیں۔ (بخاری جلد ۲ ص ۱۵۵ مصری کتاب یورالحق)

دوسری حدیث | "مثلی و مثلی الا نبیاء من  
قبلی کقصر" الحدیث (غریبہ)

(دلی حدیث)

الجواب الاول :- یہ روایت قابل استناد

نہیں۔ کیونکہ بطحاظ روایت ضعیف ہے۔ یہ دو طریقوں سے مروی ہے۔ پہلے طریق میں ذہیر بن محمد تسمی ضعیف ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے۔

”قال معاوية عن يحيى ضعيف“

وذكره ابو ذرعة في اسامى الضعفاء

قال عثمان الدارمي له اغاليط

كثيرة قال ال . في ضعيف

وفي موضع آخر وليس بالقوي“

(تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۹)

کہ ذہیری امام بخاری کے نزدیک اور

ابو ذرعہ کے نزدیک ضعیف ہے عثمان

الدارمی کہتے ہیں کہ اس کی غلط روایات

کثرت سے ہیں۔ نسائی نے بھی اسے

ضعیف قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں عید اللہ بن دینار

مولیٰ عمر اور ابو صالح الخوزی ضعیف ہیں۔ عید اللہ بن دینار

کی روایت کو عقیلی نے مخدوش قرار دیا ہے۔ (تہذیب

التہذیب جلد ۲ ص ۱۲) اور ابو صالح الخوزی کو ابن معین

ضعیف قرار دیتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۳ و

میزان الاعتدال مطبع جبر کا باد جلد ۲ ص ۳۱۵)

الجواب الثانی :- باوجودیکہ اس روایت کے

بعض راوی ضعیف ہیں۔ اگر بقرض بحث اس روایت کو

صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی بیان کردہ مفہوم غلط

ہے بلکہ اس حدیث کا جو مطلب لیا جاتا ہے اس میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ کیونکہ علماء کی

تشریح کے مطابق صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ایک اینٹ کی جگہ پتھر  
کر دی۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے  
تو نبوت کے عمل میں صرف ایک ہی اینٹ کی تھوڑی سی جگہ  
خالی رہ جاتی تھی۔ جیسے ایک بہت بڑے عمل میں ایک  
معمولی سوراخ۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَوْلَا لَمْ يَخْلُقْنَا  
الْاَفْلَاكُ۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں تمام جہان کو  
پیدا نہ کرتا۔

پس اس حدیث سے وہ مفہوم مراد نہیں ہے جو

مولوی صاحبان بیان کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ

اس حدیث میں شریعت کے عمل کا ذکر ہے جس کو نبی تیر کرتے

ہیں۔ انبیاء و ماسبق اپنے اپنے وقت میں ضرورت کے

مطابق احکام شریعت لاتے رہے اور اس عمل کیلئے

مصالحہ جمع ہوتا رہا۔ چونکہ عقل انسانی ارتقاء کے بلندی

مقام تک ابھرتا نک نہیں پہنچتی اسلئے وہ مشرکین

ماقص تھیں اور ان میں کمی باقی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جب شریعت لائے تو اس وقت تکمیل عقل انسانی ہو چکی

تھی اور احکام شریعت کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو چکی تھی۔

اسلئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ

نے اگر پہلی شریعتوں کو بھی قرآن شریف میں شامل کر لیا۔

اور جو کمی باقی تھی اس کو بھی پورا کر کے شریعت کے عمل کو

مکمل کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے ”يَهَا كُتُبٌ قِيَمَةٌ“

گویا اس میں سب پہلی شریعتیں بھی شامل ہیں۔ فتح الباری جلد

۲ ص ۲۸ پر اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے۔ المراد هنا النظر

الحال الاكمل بالنسبة الى الشريعة المحمدية مع ما مضى  
من الشرائع الكاملة۔ کہ اس جگہ سابقہ شرائع کے مقابل میں

فلا رسول بعدى ولا نبي  
(ترمذی مسند احمد عن انس)

الجواب الثالث :- اس حدیث میں الانبیاء

من قبلى کا فقرہ بتاتا ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم نے صرف پہلے انبیاء ہی کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں  
آنے والے انبیاء کا ذکر مقصود نہیں۔ اس قید سے غرض  
طور پر بعد کے غیر شرعی انبیاء کے آنے کا ثبوت مترشح ہوتا  
ہے۔ چونکہ آنحضرت کے بعد شرعی نبی آنے والا نہ تھا  
اس لئے شرعی نبیوں کے مد نظر من قبلى فرمایا گیا۔

الجواب الرابع :- غیر احمدی علماء بتلائی  
کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ  
اینٹ کہاں لگے گی؟ جہاں سے ان کے لئے گنجائش کا کو  
وہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے بھی گنجائش موجود  
ہے۔ اگر کہو عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں تو معلوم ہوا  
کہ ابھی عیسیٰ علیہ السلام والی اینٹ نہیں لگی۔ پھر آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانا چاہیے تھا کہ دو اینٹوں کی جگہ  
باقی ہے۔ ایک میں اور ایک عیسیٰ بن مریم۔ بہر حال یہ  
حدیث بھی امتی نبی کے منافی نہیں۔

تیسری حدیث اس نمبر پر مودودی صاحب نے  
حدیث فضلت علی  
الانبیاء دست درج فرمائی ہے جس پر ہم اسی  
فصل کے شروع میں زیر "بنیادی مسئلہ نمبر ۱" میں لکھ  
چکے ہیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

چوتھی حدیث حدیث میں ہے ان الرسل  
والنبي قد انقطع

جواب اول :- یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے  
چاروں راوی (۱) حسن بن محمد الزعفرانی (۲) عثمان بن مسلم  
(۳) عبدالواحد بن زیاد (۴) المختار بن قلفل ضعیف ہیں۔  
گویا سوائے حضرت انس کے شروع سے دیگر آخر تک تمام سلسلہ  
اسناد ضعیف راویوں پر مشتمل ہے حسن بن محمد الزعفرانی  
کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں :-

"ضعفه ابن قانع وقال الدارقطني  
قد تركتموا خيه" (ميزان الاحتمال  
جلد ۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ حیدرآباد و مطبوعہ انوار محمدی  
جلد ۱ ص ۲۱۳)

یعنی ابن قانع کہتے ہیں کہ حسن بن محمد  
ضعیف تھا دارقطنی کہتے ہیں کہ محمد بن عمار  
نزدیک اس راوی کی صحت کے بارے  
میں کلام ہے۔

اسی طرح دوسرے راوی عثمان بن مسلم کے متعلق ابو حنیفہ کہتے  
ہیں "انكرنا عفان" (ميزان الاحتمال جلد ۲ ص ۲۳۳  
حیدرآبادی) کہ ہم اس راوی کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔

تیسرے راوی عبدالواحد بن زیاد کے متعلق لکھا ہے  
"قال يحيى لیس بشي" (ميزان الاحتمال جلد ۲  
ص ۱۵۴ مطبوعہ حیدرآباد) کہ بھی کہتے ہیں۔ یہ راوی کسی کام کا نہیں ہے۔  
اسی طرح چوتھے راوی مختار بن قلفل کے متعلق لکھا  
ہے "يخطئ كثيرًا تكثر فيه سليمان فعدا ف  
روايات المنأكير عن انس" (انہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۵۴)

کہ یہ راوی روایت میں اکثر غلطی کرتا تھا۔ سلیمان نے کہا ہے کہ یزیدی حضرت انسؓ سے ناقابل قبول روایات بیان کرنے والوں میں سے ہے۔ چنانچہ دعایت تری بحث بھی اس راوی نے انسؓ سے ہی روایت کی ہے لہذا محدثین کے نزدیک یہ روایت قابل انکار ہے اور حجت نہیں۔

جواب ۱۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:-

”ان النبوة التي انقطعت بوجود رسول الله صلعم إنما هي نبوة التشريع لا مقامها فلا شرع يكون ناسخاً لشرعه صلعم ولا يزيد في شرعه حكماً آخر وهذا معنى قوله صلعم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدى ولا نبي اي لا نبي يكون على شرع يخالف شرع بل اذا كان يكون تحت حكم شريعتي“

(فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۴۳)

کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشرعی نبوت ہے نہ دینی نبوت۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کر نیوالی کوئی شریعت نہیں آ سکتی۔ نہ اس میں کوئی

حکم کم کر سکتی ہے نہ زیادہ۔ یہی وہی آنحضرت صلعم کے اس قول کے کہ ”ان النبوة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدى ولا نبي“ یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو۔ ہاں اس صورت میں نبی آ سکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے ماتحت آئے۔“

یا پانچویں حدیث ”انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ“

نبی“ (ترمذی جلد ۲ باب فضائل النبی صلعم)

جواب ۱۔ یہ روایت قابل حجت نہیں۔ کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان بن عیینہ ہے جس نے یہ روایت زہری سے لی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے متعلق لکھا ہے:-

”كان يُدَلِّسُ قال احمد بن حنبل في نحو من عشرين حديثاً عن الزهري عن يحيى بن سعيد القطان قال اشهد ان سفیان بن عیینة اختلط سنة سبع وتسعين ومائة فمن سمع منه فيها فسمعه لا شيء“

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۴۳ مطبوعہ حیدرآباد)

یعنی یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا امام

صاف بتا رہا ہے کہ یہ ترجمہ کسی ایسے آدمی نے کیا ہے جو  
اس حدیث کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کر رہا تھا جو  
فصح عرب نہ تھے۔ چنانچہ حضرت طاہری القاری نے  
صاف فرمادیا ہے۔

”الظاهر أنَّ هذا تفسيرٌ

للصَّحَابِ أو من بعده وفی

شرح مُسلم قال ابن الاعرابی

العاقب الذی یضعف فی الحدیث

من کان قبله“ (مرقاة شرح مشکوٰۃ

جلد ۲ ص ۳۵۱) ویرعاشہ مشکوٰۃ مجتہبی

باب الاماء النبی

پس صاف ظاہر ہے کہ ”العاقب

الذی لیس بعده نبی“ کسی صحابی

یا بعد میں آنے والے کسی شخص نے بطور

تشریح بڑھا دیا ہے اور ابن اعرابی

نے کہا ہے کہ عاقب وہ ہوتا ہے جو

کسی اچھی بات میں اپنے سے پہلے کا

قائم مقام ہو۔

پیشی حدیث ”أَنَا اخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ  
اٰخِرُ الْأُمَمِ“

جواب ۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ ابن ابی

نہج بن داؤد سے اسے نقل کیا ہے ان میں سے عبدالرحمن

بن محمد الحارثی اور اسمعیل بن رافع (الوافع) ضعیف

ہیں۔ عبدالرحمن بن محمد کے متعلق لکھا ہے۔

”قال ابن معین یروی المناکیہ عن

احمد کہتے ہیں کہ زہری سے قریب ہمیشہ

روایات میں اس نے غلطی کی ہے (یہ

عاقب والی روایت بھی اس نے زہری کا

ہی سے لی ہے)۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں

کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ سفیان بن

عییین کے حوالے سے اس شخص میں بجا نہ ہے

تھے۔ پس جو نے اس سال (یا اسکے

بعد) اس سے روایت لی ہے وہ

بے تحقیق ہے۔“

اس روایت کے دوسرے راوی زہری کے متعلق

بھی لکھا ہے۔ ”کان یدلّس فی المساء“ (میزان

الاستدال مطبوعہ مجدد آباد جلد ۲ ص ۱۱۱) و انوار محمدی

جلد ۲ ص ۱۲۱) کہ یہ راوی کبھی کبھی تدلیس بھی کر لیا کرتا تھا۔

پس اس روایت میں بھی اسی راوی نے از راہ تدلیس

”والعاقب الذی لیس بعده نبی“ کے الفاظ

بڑھا دیئے۔ کیونکہ شامل ترمذی شریف مجتہبی میں یہاں

یہ حدیث ہے وہاں ”والعاقب الذی لیس بعده

نبی“ کے الفاظ کے اوپر بن اسطور لکھا ہے۔ ”هذا

قول الزهري“ کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول

نہیں بلکہ زہری کا اپنا قول ہے۔ (شامل ترمذی مجتہبی

مطبوعہ ۱۳۴۲ھ ص ۱۱۱)

جواب ۲۔ ”عاقب“ عربی لفظ ہے

اور صحابہؓ بن کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلام

فرماتے تھے وہ بھی عرب تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ ترجمہ ہی

المجهولین قال عبد اللہ بن احمد  
بن حنبل عن ابيه ان المحدثين  
كان يذلس .... قال ابن سعيد  
كان كثر الخلط " (ميزان الاعتدال  
جلد ۱ ص ۱۰۱ و تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۱۱)  
کہ ابن معین کہتے ہیں کہ یہ راوی  
مجهول راویوں سے ناقابل قبول و ایا  
بیان کیا کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبل  
کہتے ہیں کہ یہ راوی تو لیس کیا کرتا تھا  
..... ابن سعید کہتے ہیں کہ یہ راوی  
بہت غلط روایات کیا کرتا تھا۔

اس حدیث کا دوسرا راوی ابو رافع الخثعمی بن رافع  
بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ لکھا ہے :-

"ضعفہ احمد وعیسیٰ و  
جماعة قال الدارقطني  
متروك الحديث قال ابن  
عدي احاد يثقه كلها فيها  
فقطر" (ميزان الاعتدال جلد ۱ ص ۱۰۱)  
حیدر آبادی

یعنی امام احمد بن حنبل اور ایک عجمی  
محدثین نے اس راوی کو ضعیف قرار  
دیا ہے۔ دارقطنی اسے متروک الحدیث  
کہتے ہیں اور ابن عدی کے نزدیک  
اس کی تمام کی تمام روایات مشکوک  
ہیں۔

جواب ۷۔ حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ  
اس میں ان انبیاء کا ذکر ہے جو انہی امت بناتے ہیں۔  
پس جو نبی انہی شریعت لے کر آئیں اور آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کی اقتدار اور متابعت سے باہر ہو کر دعویٰ  
نبوت کریں صرف ان کے انقطاع کا اس حدیث سے  
استدلال ہو سکتا ہے۔

### ساتویں حدیث

اس نمبر پر مودودی صاحب نے  
مسند احمد سے لافنی بعدی  
کو ڈھرایا ہے جس پر دسویں حدیث کے ذیل میں تفصیلی  
جواب درج کیا جا رہا ہے۔

### آٹھویں حدیث

لا نبوة بعدی ولا  
المبشرات میرے بعد  
کوئی نبوت نہیں ہے صرف بشارات نبیوں والی باتیں  
ہیں۔ (ختم نبوت ص ۱۱)

لفظ بعدی پر بحث لافنی بعدی حدیث  
صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں درج ہے۔ المبشرات خود  
نبوت کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا تُرْسِلُ  
الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ  
(انعام: ۴۰) کہ ہم ہر قوم کو مبشر اور منذر بنا کر  
ہی بھیجا کرتے ہیں۔ عام آدمی کے مبشرات محض خواب  
ہیں مگر علمدار، اولیاء اور انبیاء کے مبشرات علی الترتیب  
کشف الہام اور وحی غیر تشریعی کی صورت میں ہوتے  
ہیں۔ پس اس حدیث سے بھی نفی صرف تشریعی نبوت کی ثابت  
نہیں حدیث "لو كان بعدی نبی لكان عمر"  
(ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۱) کہ اگر میرے بعد

اس حدیث میں "لا نبوة بعدی" کا لفظ ہے جو "لا نبوة بعدی" کے معنی میں ہے۔ "لا نبوة بعدی" کا لفظ ہے جو "لا نبوة بعدی" کے معنی میں ہے۔

علامہ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :- الامام في النبوة للعهد والمراد نبوته وامتنع لم يبق بعد النبوة

کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔

ابن داؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی حجاج کے  
اس لشکر میں شامل تھا جنہوں نے  
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا  
اور گھمانیوں سے کعبہ پر پتھر برساتے  
تھے۔

الجواب ۱۔ ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے مگر  
اس حدیث کے آگے لکھا ہوا ہے۔ ہذا حدیث حسن  
غریب لا نعرفہ الا من حدیث مشرح بن  
ہاعان۔ (ترمذی جو الذکورہ بالا) کہ یہ حدیث حسن  
غریب ہے۔ اور حدیث غریب وہ ہے جس کا ایک ہی  
راوی ہوتا ہے۔ وہ حجت نہیں ہوتی۔

پس یہ روایت اس شخص کی ہے جس نے کعبہ پر گباری  
کی اور پھر اس روایت میں وہ منفرد بھی ہے اور اس امر  
میں محدثین کا اتفاق ہے کہ مشرح بن ہاعان کی ایسی روایت  
جن میں وہ منفرد ہو قابل قبول نہیں ہوتی۔

امام ترمذی نے اس روایت کو غریب اسلئے  
کہا ہے کہ یہ روایت صرف ایک ہی راوی مشرح بن  
ہاعان کے طریقہ سے مروی ہے۔ مشرح بن ہاعان کے  
متعلق لکھا ہے۔

الجواب ۲۔ (الف) اس حدیث کی دوسری  
روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔  
"لَوْلَا أُبْعَثُ لِبُعِثْتَ يَا عُمَرُ" (مرواۃ شرح  
مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۵۹ نیز برعاشیہ مشکوٰۃ مجتہاتی باب الثانی)  
یہ حدیث صحیح ہے (تعلقات سیوطی ص ۹۷)

"قال ابن حبان في الضعفاء  
لا يتابع عليها فالصواب ترك  
ما انفرد به قال ابن داؤد  
انه كان في جيش الحجاج  
الذين حاصروا ابن الزبير  
ورموا الكعبة بالطنجينق"  
(تهذيب التهذيب ۵۵۰ ویزان  
الاعتدال جلد ۲ ص ۲۷۲ و جلد ۳ ص ۱۷۱)

(ب) "لَوْلَا أُبْعَثُ فَيَكُونُ بُعِثَ عُمَرُ  
فِيكُمْ" (کنوز الحقائق جلد ۲ ص ۱۵۱) یعنی اگر میں بعوث  
نہ ہوتا تو عمرؓ تم میں بعوث ہو جاتا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم بعوث ہو گئے اسلئے عمرؓ نبی نہ بنے۔ پس اس  
حدیث سے بھی مطلق نبوت کا نفی نہیں ہوتی۔

انت متقی بمنزلة هارون  
دسویں حدیث | من موسى الا انه لا ينجا  
بعدی - (بخاری)

الجواب ۳۔ اس حدیث کی دوسری روایت  
ہے۔ قال عليه السلام: يا عِزِّي اُصَاوُضْهُ اَنْ  
تَكُونَ مَتَقِي كَهَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ اَنْتَ لَكْتَ

یعنی مشرح بن ہاعان کو ابن حبان نے  
ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس  
کی روایات کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور  
صحیح بات یہ ہے کہ جس روایت کا یہ لکھا  
ہی راوی ہو وہ روایت درست تسلیم  
نہ کی جائے بلکہ ترک کر دی جائے۔

نمیسیاً (الطبقات الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۸۱) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے علی! کیا تو خوش نہیں کہ تجھے ایسا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ہارونؑ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد تو نبی نہیں ہوگا۔ لست نبیاً نے لافیتی بعدی کی تشریح کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب عام نہیں بلکہ خاص حضرت علیؑ کے لئے ہے۔ پھر یہ مشابہت بھی غزوہ تبوک کے عرصے متعلق ہے دائمی نہیں ورنہ وہی فقرہ "پیدا ہو جائے گا جس سے مودودی صاحب ڈرتے ہیں۔

جواب ۱۔ اسی بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعینہ اسی ہی ایک اور حدیث ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا هلك كسریٰ خلا كسریٰ بعده و اذا هلك قیصر فلا قیصر بعده (بخاری کتاب الایمان النہو باب کیف كانت یمین النبیؐ بعد مماتہ مصری) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسریٰ مرے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر مرے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

اپنے متعلق "لا نبی بعدی" اور قیصر کے متعلق "لا قیصر بعده" فرمایا۔ کیا قیصر کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوا؟ اگر ہوئے ہیں اور نہ ہوئے ہیں ہوتے ہیں تو پھر حدیث لا قیصر بعده کے کیا معنی ہیں؟ اگر اس کے معنی یہ ہیں کہ اس قیصر یا کسریٰ کے بعد اس شان کے قیصر اور کسریٰ نہ ہوں گے۔ جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ میں لکھا ہے "معناه

فلا قیصر بعده یملك مثل ما یملك ہوا" کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا جو اس طرح حکومت کرے جس طرح یہ کرتا ہے۔ تو لافیتی بعدی کا مطلب بھی یوں ہوگا کہ آپ جیسا نبی آپ کے بعد نہیں ہوگا کبھی "لا" موصوف کی صفت کے کمال کی نفی کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے "لا فیتی الا علی ولا سیف الا ذو الفقار" کیا حضرت علیؑ کے بعد کوئی جوان نہیں ہوا؟ اور کیا ذو الفقار کے بعد کوئی تلوار نہیں بنی؟ یقیناً جوان ہوئے ہیں اور تلواریں بنی ہیں۔ پس مقولہ بالا میں علیؑ جیسے جوان کی اور ذو الفقار جیسی تلوار کی نفی ہے مطلق نہیں اسی طرح لافیتی بعدی میں لافیتی کمال صفت نبوت کے لئے آیا ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ حدیث لا ہجرۃ بعد الفتح کی تشریح میں فرماتے ہیں "واما قوله علیہ السلام لا ہجرۃ بعد استخفاف المراد الهجرة المخصوصة" (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۵۸۰ مطبوعہ مصر زیر آیت ان الذین امنوا وھاجروا و جاھدوا یا موارہم)

یعنی حضورؐ کا ارشاد "لا ہجرۃ بعد الفتح" کا مطلب یہ نہیں کہ فتح مکہ کے بعد ہر قسم کی ہجرت بند ہو گئی ہے بلکہ ایک خاص ہجرت مراد ہے جو کہ مکہ سے مدینہ کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوئی تھی۔ بعینہ اسی طرح لافیتی بعدی میں بھی ہر قسم کی نبوت مراد نہیں بلکہ ایک مخصوص نبوت کا الفاظ مراد ہے جو



شریعت جدیدہ کی حامل ہو اور جو قرآنی شریعت کو منسوخ کرے۔ نیز براہ راست ہو۔

جواب ۲۔ پھر اس حدیث میں لفظ ”بعدی“ بھی غور طلب ہے۔ قرآن مجید میں لفظ ”بعد“ معنات اور مخالفت کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔

(۱) قَدْ آتَىٰ حَدِيثٌ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ (جاثیہ ۷) کہ اللہ و اس کی آیات کے بعد کونسی بات پر وہ ایمان لائیں گے؟ اللہ کے بعد کا کیا مطلب، کیا اللہ کے فوت ہونے کے بعد؟ یا اللہ کی غیر حاضری میں ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں معنی باطل ہیں۔ پس ”بعد اللہ“ کا مطلب یہی ہو گا کہ۔ اللہ کے خلاف، اللہ کو چھوڑ کر۔ پس یہی معنی ”لا نبی بعدی“ کے بھی ہو سکتے ہیں یعنی مجھ کو چھوڑ کر یا میرے خلاف رہ کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۲) حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فَأُولَٰئِكَمَّا كَذَبَ الْإِيمَانُ يَخْرُجَانِ بَعْدِي أَحَدُهُمَا الضَّالِّسِيُّ وَالْآخَرُ مُسْلِمٌ (بخاری کتاب المغازی وفد بنی تمیم جلد ۳ ص ۱۹ مصری) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں میں نے سونے کے جو دو کنگن دیکھے اور ان کو پھونک مار کر اڑایا۔ تو اس کی تعبیر میں نے یہ کی کہ اس سے مراد دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے۔ پہلا السود عسی ہے اور دوسرا مسلم ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ”یَخْرُجَانِ بَعْدِي“ فرمایا ہے۔ کہ وہ دونوں کذاب ”میرے بعد“ نکلیں گے۔ یہاں ”بعد“ سے مراد

”غیر حاضری“ یا ”وفات“ نہیں بلکہ ”مخالفت“ ہے۔ کیونکہ مسیلہ کذاب اور السود عسی دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدعی نبوت ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کھڑے ہو گئے تھے۔ اسی طرح لا نبی بعدی میں بھی ”بعدی“ سے مراد یہ ہے۔ کہ میرے مقابل اور مخالفت ہو کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

لَا نَبِيَّ بَعْدِي  
اور علماء مصلحت جو معنی کہتے ہیں بزرگان امت نے یہی مختلف زمانوں میں اس

کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:-

”وَهَذَا مَعْنَى قَوْلِهِ صَلَوٰةُ

اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ

انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَ

لَا نَبِيَّ - اِى لَا نَبِيَّ بَعْدِي

يَكُونُ عَلَىٰ شَرْعٍ يَخَالِفُ شَرْعِي

بَلْ اِذَا كَانَ يَكُونُ تَحْتَ حُكْمِ

شَرِيعَتِي“ (فتاویٰ کبریٰ ص ۴۲)

یہی معنی ہیں حدیث اِنَّ الرِّسَالَةَ

وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ اور ”لَا نَبِيَّ

بَعْدِي“ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت

کے خلاف کسی اور شریعت پر عمل کرتا

ہو۔ ہاں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:- ”وَمَعْنَى بَعْدِي اِنْ جَاءَ غَيْرِي امْت“ (قرۃ العینین فی تفسیر اشعین ص ۲۰)

کی شریعت کے ماتحت ہو کر آئے  
تو پھر نبی ہو سکتا ہے۔  
(۲) حضرت امام شعرانیؒ اپنی کتاب البیواقیت الجواہر  
میں فرماتے ہیں :-

”وقوله صلى الله عليه وسلم  
لأنبي بعدى ولا رسول المراد  
بهم لا مشرع بعدى۔“  
(ابیواقیت والجواہر ص ۷۷)  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد  
”لأنبي بعدى ولا رسول“ سے  
مراد یہ ہے کہ میرے بعد صاحب شریعت  
کوئی نبی نہیں ہوگا۔“

(۳) لغت کی کتاب تکملہ مجمع البحار میں اس کے مصنف  
امام محمد طاہر فرماتے ہیں :-

”وهذا إيشأ لا ينافي حديث  
لأنبي بعدى لأنه أراد لا  
نبي يفسخ شرعه۔“  
تکملہ مجمع البحار ص ۸۵

کہ حضرت عائشہؓ کا قول قولوا لا  
خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا  
نبي بعده (کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر  
یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ  
آئے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی حدیث لأنبي بعدى کے مخالف

نہیں کیونکہ لانیقی بعدی فرمانے  
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد  
یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں  
آئے گا جو آپ کی شریعت کو خدوش  
کرے۔“

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :-

”ہاں لأنبي بعدى آیا ہے جس  
کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ  
میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ فیکر  
نہیں آئے گا۔“ (اترأب الساعۃ ص ۱۱۲)

یہ حدیث ”لأنبي بعدى“ سے ہر قسم کی نبوت  
کا انقطاع ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس میں امتی نبی کے آنے  
کی ہرگز ممانعت بیان نہیں ہوئی۔

گیا رھو بی حدیث ”ثلاثون دجاً لئون  
کذا بون“

الجواب (۱) تیس کی تیس میں یہ بتاتی ہے  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مسیح نبی بھی نہ  
وائے تھے۔ ورنہ آنحضرت فرماتے کہ بولہی آئیں گے جو  
ہی آئیں گے تیس کے عدد کا تعین نہ فرماتے۔

الجواب (۲) (الف) ترمذی اور ابوداؤد  
کے علاوہ جن کا توالہ مودود کا صاحب نے دیا ہے بخاری  
میں بھی یہ روایت ہے مگر یہاں تک اس حدیث کے  
داویوں کا تعلق ہے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ بخاری نے  
اسے ابوالیمان سے بطریقہ شعیب و ابو الزناد نقل کیا  
ہے۔ ابوالزناد کے متعلق ربیع کا قول ہے کہ کفیس

بشقة ولا رضى" (میزان الاعتدال مطبوعہ بیروت)  
جلد ۳ ص ۳۳) کہ یہ راوی نہ ثقہ ہے اور نہ پسندیدہ۔  
ابوالیمان راوی ہے یہ روایت شعیب کے نام سے روایت  
کی ہے۔ حالانکہ لکھا ہے "لہ یسمع ابو الیمان  
من شعیب" (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۲۷۲ مطبوعہ  
حیدرآباد) کہ ابوالیمان نے شعیب سے ایک حدیث بھی نہیں  
سنی۔ امام احمد بن حنبل نے بھی یہی فرمایا ہے۔ پس یہ روایت  
قابل استناد نہ رہی۔

(ب) آئیں دقاہول والی حدیث کو ترمذی نے  
بہیں طریقہ سے نقل کیا ہے اس کی اسناد میں ابوقلابہ اور  
ثوبان دونوں قابل اعتبار ہیں۔ ابوقلابہ کے متعلق  
تو لکھا ہے کہ لیس ابو قلابہ من قہارہ الماتبین  
وہو عند الناس معدور فی البلاء اذہ مدلس  
عمن لحقہم وعمن لہ یلحقہم" (میزان الاعتدال  
جلد ۲ ص ۲۹۰ مطبوعہ حیدرآباد۔ نیز تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۲۹۰)  
کہ ابوقلابہ قہار میں سے نہ تھا بلکہ وہ ابلہ مشہور تھا اور  
جو اسے ملا اس کے بالے میں اور جو اس سے نہیں ملا اس  
کے بالے میں وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اس طرح ثوبان کے  
متعلق ازوی کا قول ہے کہ "یتکلمون فیہ" (میزان  
الاعتدال حیدرآباد جلد ۱ ص ۱۸۱) کہ اس راوی کی صحت  
میں اہل علم کو کلام ہے۔

ترمذی کے دوسرے طریقہ میں عبد الرزاق بن حاتم  
اور معمر بن راشد دونوں راوی ضعیف ہیں۔ عبد الرزاق بن  
حاتم تو شیعہ تھا۔ قال النسائی فیہ نظر۔ قال  
العیاضی العنبری..... اذہ کذاب والواقعی

اصدق منہ۔ کان عبد الرزاق کذاباً یسرق  
الحديث" (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۸۱) کہ نسائی  
کے نزدیک وہ قابل اعتبار نہیں اور عباس بن عمری کہتے  
ہیں کہ وہ کذاب تھا اور واقعی سے بھی زیادہ جھوٹا  
تھا۔ یہ شخص کذاب تھا اور حدیث چوری کیا کرتا تھا۔  
(ح) ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راویوں  
میں ابوقلابہ اور ثوبان بھی ہیں جن کے متعلق ضمنی  
مذہب بالامین ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ سلیمان  
بن حرب اور محمد بن عیسیٰ بھی ضعیف ہیں۔ سلیمان بن حرب  
کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی ایک حدیث  
کو پہلے ایک طرح بیان کرتا تھا لیکن جب کبھی دوسری دفعہ  
اسی حدیث کو بیان کرتا تھا تو پہلی سے مختلف ہوتی تھی۔  
اور خطیب کہتے ہیں کہ یہ شخص روایت کے الفاظ میں تبدیلی  
کر دیا کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۸۱)

محمد بن عیسیٰ کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں۔  
"رَبِيعًا يَدْلِسُ" (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۹۰)  
کہ کبھی کبھی تدلیس کر دیتا تھا۔

ابوداؤد کے دوسرے طریقہ میں عبد العزیز بن محمد  
اور احمد بن عبد الرحمن ضعیف ہیں۔ عبد العزیز بن محمد کو  
امام احمد بن حنبل نے خطا کار۔ ابو زرعمہ نے "سیئ الخلق"  
اور نسائی نے کہا ہے کہ "لیس بالقوی" (رقی نہیں)  
ابن سعد کے نزدیک "کثیر الخلق" تھا۔ (تہذیب التہذیب  
جلد ۱ ص ۲۵۲)

اسی طرح ابوداؤد والی روایت کا دوسرا راوی احمد  
بن عبد الرحمن بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے متعلق ابن معین

حجج الکرامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ دجالوں کی تعداد پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ ان کی اصل عبارت بزبان فارسی حسب ذیل ہے:-

”بالجملہ آنچه حضرت صلعم اخبار بوجود دجالین کذابین دیدیں امت فرموده واضح شد“

(حجج الکرامہ ص ۲۳۹)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس امت میں دجالوں کی آمد کی خبر دی تھی

وہ پوری ہو کر تعداد مکمل ہو چکی ہے۔ (نیز دیکھو غرضیکہ خواہ ۲۴ دجالوں کی آمد کی پیش گوئی ہو خواہ تیس کی بہر حال وہ تعداد پوری ہو چکی ہے۔ پس اس حدیث ثلاثون دجالون کذابون کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنا عقل اقل اور کلمات علماء کے خلاف ہے۔

۱۲ بارہوی حدیث | لقد دکان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل

دجال یکتسون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من امتی احد فحمر۔ (بخاری) تم سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرے ہیں ان میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں میری امت میں اگر کوئی ہو تو وہ عمر ہوگا۔

اس حدیث پر مولوی مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

”اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے بغیر

مخاطبہ الہیہ سے سرفراز ہونے والے

بھی اس امت میں اگر کوئی ہوتے تو

وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔“ (ختم نبوت ص ۱۹)

کہتے ہیں: هؤلاء الاربعة لیس حدیثہم حجة۔ (۱) سہل بن ابی صالح (۲) الحلوف عبد الرحمن (۳) عاصم بن عبیید اللہ (۴) ابن عقیل (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۱۳۱) ان چاروں کی حدیث حجت نہیں ہے۔

پس جہاں تک راویوں کا تعلق ہے یہ روایت قابل استناد نہیں۔

الجواب ۳ اگر یہ حدیث صحیح تسلیم کر لی جائے تو یاد رکھنا چاہیے کہ مسلم کی شرح اکمال الاکمال میں لکھا ہے:-

”هذا الحديث ظاهر صدقة

فاته لوعبة من تنبأ من

زممه صلعم الى الآن بلغ

هذا العدد ويعرف ذلك

من يطلع المثار يخ“

اکمال الاکمال جلد ۵ صفحہ ۵۵ مصری) کہ

اس حدیث کی سچائی ثابت ہو گئی ہے

کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

لیکھا آج تک کے نبوت کے چھوٹے چھوٹے

کو گنا جائے تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے

اور اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو

تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے۔

اس کتاب کے لکھنے والے ۱۲۵۰ میں فوت ہوئے ہیں

گویا چار سو سال گزرے کہ تین دجال آچکے۔

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب آف

مجموعہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل اپنی کتاب

سہ کاری کے حاشیہ پر بحوالہ کرنا لکھا ہے کہ اس جگہ ان شک کے لئے یہیں آیا تاکہ کلمہ لے لیا ہے۔

گویا مودودی صاحب کے نزدیک اس اُمت کے لئے نبوت غیر شرعی کا تو سوال ہی نہیں اس میں تو ”نبوت کے بغیر خا طبہ الہیہ“ پانے والے بھی نہیں ہو سکتے۔ یہ تو بنی اسرائیل کو ہی فخر حاصل تھا کہ ان میں ایسے مردانِ خدا ہو کر اُکرتے تھے کہ اگرچہ وہ نبی نہ ہوتے تھے تب بھی خا طبہ الہیہ سے سرفراز ہوتے تھے۔

معزز قارئین! مودودی صاحب نے اُمتِ محمدیہ کے متعلق جو خیر اُمت ہے نہایت مایوس کن نظریہ پیش کیا ہے۔ گویا یہ بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی گزری اُمت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگر مودودی صاحب کو خود کبھی خا طبہ الہیہ سے مشرف ہونے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی تو انہوں نے اُمت کے ہزار ہا راستبازوں اور اولیاء کو جہنم نے اشد تعلق کے خا طبہ کا مشرف حاصل کیا اور جن کے الہامات اُمت کا سرمایہ افتخار ہیں اپنے اوپر کیوں قیاس کر لیا ہے؟

حدیث زیرِ نظر تو حضرت عمرؓ کے لئے بھی خا طبہ الہیہ کو ثابت کرتی ہے اور باقی اولیاء اُمت کے لئے بھی۔ اور اسی صورت میں اسے قرآن مجید کی نصوص مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَفْهَمُوْا تَنْزَلَ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ (نجم السجدہ: ۲۰) سے نیز واقعات سے تطابقی حاصل ہو سکتا ہے۔ مودودی صاحب کے ترجمہ کے رد سے یہ حدیث ان کی اپنی پیش کردہ دوسری حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر

کے بھی مخالفت ہے۔ کیونکہ اس سے حضرت عمرؓ کے لئے غیر نبیوں والا مکتبہ الہیہ ہر حال ثابت ہے لیکن اس حدیث کے خلاف ترجمہ سے اس کی بھی نفی ہو گئی۔

**تیسری حدیث:** لا نبی بعدی دلائل اُمت بعد امتی۔ (یعنی کتاب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمت کے بعد کوئی اُمت نہیں۔ (ختم نبوت ص ۱۹)

مطلب حدیث کو نہایت واضح ہے کہ نئی اُمت قائم کرنا صاحبِ شریعت نبیوں کا کام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی صاحبِ شریعت نبی آئے والا ہے اور نہ ہی کوئی نئی اُمت قائم ہونے والی ہے۔ امتی نبی کا تو لفظ ہی اس کی نفی کرتا ہے کہ وہ کوئی نئی اُمت قائم کرنے آیا ہے۔

**چوتھی حدیث:** قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِخْرُجُوا مِنَ الْمَسْجِدِ (مسلم ص ۳۵ باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینۃ ومکتہ)

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گھری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد اور کوئی مسجد نہیں بنی؟ ضرور بنی ہیں اور بن رہی ہیں۔ بلکہ حقیقی مسجدیں دنیا میں موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد ہی تعمیر ہوئی ہیں۔ کیا ان کی تعمیر ناجائز ہوئی ہے؟ نہیں بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اب میری مسجد کے بعد کوئی ایسی مسجد نہیں بن سکتی جو اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے نہ بنائی گئی ہو جو میری مسجد کا

علامة العلماء وارث الانبياء

اخرا المجتہدین

(الاشباہ والنظائر جلد ۳ - ص ۳۷)

مطبوعہ حیدرآباد

گویا امام ابن تیمیہ اخرا المجتہدین تھے۔

کیا ان کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہوا؟

آر دو۔ ڈاکٹر محمد اقبال اپنے استاد

داغ کار تھے لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیر دوش ہے

آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

گویا داغ دلی کا آخری شاعر تھا۔ اسی مرتبہ میں

اے گلے چل کر ڈاکٹر صاحب موصوف کہتے ہیں کہ

چل دیئے ساقی جو تھے میخانہ خالی رہ گیا

یادگار بزم دلی ایک عالی رہ گیا

(بانگ درا ص ۵۹)

گویا داغ کے بعد عالی بزم دلی کی یادگار ہیں۔

نیز داغ کے بعد آج دلی میں سینکڑوں شاعر ہیں۔

مودودی صاحب کی حدیث انا اخرا الانبیاء

خود سلفہ تشریح کا جواب

المساجد اپنے معنی

خود بتا رہی ہے۔ جو مہر مسجد نبوی کے آخری مسجد ہونے

کے کئے جائیں گے وہی معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

آخری نبی ہونے کے ہونگے۔ اگر ”آخری مسجد“ کوئی تاویل

کی جائے گی تو مہر کا تاویل ”آخری نبی“ کی بھی ہوگی مگر جواب

مودودی صاحب اس پر سخت برہم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

مقصود ہے۔ یا جس میں وہ نماز پڑھی جائے جو میری مسجد

میں نہ پڑھی جاتی ہو۔ یا جس کا قبلہ اور ہو پس جو مفہوم

میں یہاں ”اخرا المساجد“ آیا ہے اسی مفہوم میں آخر

الانبیاء آیا ہے یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں

آ سکتا۔ نہ نبی شریعت لائے یا میری شریعت کے خلاف

ہو۔ یا میری اتباع اور متابعت سے باہر ہو کر نبوت کا

دعویٰ کرے۔

لفظ آخر کی مثالیں عربی :- ایک عرب شاعر

کہتا ہے کہ

شَرِّ دُرٍّ وَ شَكْرٍ مِنْ بَعِيدٍ

لَا خَيْرَ غَالِبٍ أَبَدًا سَرِيعٌ

(سما ص باب الادب)

اس شعر کا ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب

دیوبندی جو سما ص کے شارح ہیں ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

”ریمع ابن زیاد نے میری دوستی

اور شکر وہ دیر بیٹھے ایسے شخص کے لئے

جو نبی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کیلئے

عدیم المثل ہے نزدیک ہے۔“

گویا ”آخر“ کا ترجمہ ”ہمیشہ کے لئے عدیم المثل“

ہوا پس اتنی معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی

آخر الانبیاء یعنی ہمیشہ کے لئے عظیم النظم ہیں۔

(۲) امام جلال الدین سیوطی نے امام ابن

تیمیہ کے متعلق لکھا ہے :-

”سیدنا الامام العالم العلامة

امام الائمة قدوة الامة

مسجد نبوی کے بیچ پر تو مسجد نبوی بنی رہیں گی مگر باقی ہمہ  
مدینہ منورہ کی مسجد آخری مسجد رہے گی لیکن اگر آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اتباع میں کوئی امتی  
نبی پیدا ہو جائے جو آپ کے دین کی اشاعت کیلئے  
کھڑا ہو تو آنحضرت کا آخری نبی ہونا غلط قرار پاتا ہے  
یا للعجب۔

مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

”حضور کے ارشاد کا منشاء یہ

ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی

آئے والا نہیں اسلئے میری اس مسجد

کے بعد دنیا میں کوئی پوچھتی مسجد ایسی

بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے

کا ثواب دوسری مسجدوں سے

زیادہ ہو۔“ (حاشیہ صفحہ ۲)

جو اب اگر ارشاد ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ نبی اللہ

بھی آنے والے نہیں؟ پھر یہ سوال بھی ہے کہ جب

وہ بقول آپ کے امت میں پائلیں گے کہ خلیفہ خدا

ہو کر رہیں گے اور ساری دنیا کو مسلمان بنائیں گے تو

کیا وہ مسجد بنانے کا خیالی تک بھی دل میں نہ لائیں گے؟

کیا دنیا بھر میں تو مسلمانوں کے لئے کسی ایک جگہ بھی

حضرت عیسیٰ مسجد تعمیر نہ کریں گے حالانکہ وہ صاحب

اقتدار اور امام ہوں گے؟ ہمیں یقین ہے کہ

صرف مودودی صاحب ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت

عیسیٰ پائلیں گے یا نہیں ایک مسجد بھی نہ بنائیں گے، تا

زیادہ ثواب والی پوچھتی مسجد بن جائے۔ نیز عرض

ہے کہ اگر آخر المساجد کے معنی زیادہ ثواب والی

مسجدوں میں سے آخری ہے مطلقاً مسابہ میں سے

آخری نہیں تو اسی طرح آخر الانبیاء کے معنی مندرجہ

لئے والے نبیوں میں سے آخری نبی کیونکہ نبی کا وہ

انداز سورت مطلق انبیاء میں سے بلحاظ زمانہ آخری

قرار دے پائیں گے بلکہ آخری شارع نبی قرار پائیں گے۔

خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے احادیث

نہایت لطیف علمی معنی میں ثابت ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات ائمہ و انبیاء

کے مطابق ہیں۔ بھائی اللہ تعالیٰ کے سناؤ گئے آسمان

ذکر ہوئے ہیں وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی

نمازوں کے عتقانی نامہ مودی ہیں۔ امام ندائی نے فتاویٰ

ابوبکر بن العربی کی کتاب احکام القرآن کے حوالہ سے

لکھا ہے قال: من الصوفیۃ للہ تعاون العتق

الیم۔ للشیخ سید اللہ علیہ وسلم المٹ ایم

در فتاویٰ مجددیہ مثلاً کہ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

کے ہزار اسماء میں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہی ہزار اسم ہیں۔ اور حضرت امت محمدیہ کا یہ جتنا علی

عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے

کاملی مظہر ہیں اور آپ کی عظمت اللہ تعالیٰ کے اسماء

جنتی سے بڑھتی ہے۔

اسی مطابقت اور مشابہت کی روشنی میں

خاصیت کا مفہوم نہایت واضح ہے۔ یونہی لفظ پرست

لوگ بات کو طول دے رہے ہیں اور حقائق پسندی کا

ثبوت دیئے کی بجائے قشر پر قانع ہو رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اہتمامی الصفات میں الاول اور الآخر دو صفات مذکور ہیں اور ان صفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت کو احادیث میں الفاتح اور الخاتم کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں الخاتم کے ساتھ الآخر بھی حضور علیہ السلام کی صفت بیان ہوئی ہے۔ یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اور آخریت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت الآخر سے ماخوذ اور اس کے مشابہ ہے۔

یہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فاتح اور خاتم کے لقب سے معراج کے موقع پر سرفراز فرمایا ہے لکھا ہے۔  
”فیمَا خَاطَبَهُ بِهِ مَلَكُ الْمَعْرَاجِ  
وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَخَاتِمًا“  
(ذرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد ۳ ص ۱۱۴)

گویا معراج حضور علیہ السلام کے بلند ترین ارتقاء کی تعبیر ہے جس طرح اس موقع پر آپ تشریف لے گئے تمام انبیاء کے مقامات سے اوپر چلے گئے اسی طرح آپ کے معنوی کمال کے اظہار کے طور پر اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”جَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَخَاتِمًا“

میں نے تجھے فاتح اور خاتم یعنی اول اور آخر بنا دیا ہے۔  
گویا اس طرح سے معراج کا مقام شانِ محمدیہ کا انتہائی عروج ہے اور اس میں خصوصیت سے سرورِ کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات باری تعالیٰ ہوا الاول والآخر کے مظہر اتم بننے کا اعلان ہے۔

حضرت امام محمد زرقانی اس موقع پر لکھتے ہیں۔

”هَذَانِ الاسْمَانِ مَقَامَا لِلَّهِ

بِهِ مِنَ الْمَمَائِثِ الْحَسَنِيَّاتِ وَإِنْ كَانَ

مَعْنَى الْاَوَّلِ فِي حَقِّهِ تَعَالَى

السَّابِقُ لِلْاَشْيَاءِ قَبْلَ وُجُودِهَا

بِلَا بَدَايَةٍ وَالْاٰخِرُ لِلْاَشْيَاءِ

بَعْدَ فَنَائِهَا بِلَا نِهَآيَةٍ قَالَ

عِيَاضُ وَتَحْقِيقُهُ اَنَّهُ لَيْسَ

لَهُ اَوَّلٌ وَلَا اٰخِرٌ وَقَدْ غَفَلَ

وَجَمَدٌ مِنْ اَعْتَرَضَ عَلَى عِيَاضٍ

يَا أَنَّهُ لَا مَنَاسِبَةَ بَيْنَهُمَا

فَاَنَّهُمَا فِي حَقِّهِ تَعَالَى غَيْرُهُمَا

فِي حَقِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَكَفَاهُ شَرْفًا تَسْمِيَةً بِاسْمَاءِ

رَبِّهِ وَشَرَّارَكْتِهِ فِي الْمَلْفُظِ وَ

إِنْ اِخْتَلَفَ الْمَعْنَى“ (ذرقانی

شرح المواہب اللدنیہ جلد ۳ ص ۱۱۴)

مطبوعہ ازہریہ مصر ۱۳۲۲ھ)

یعنی الاول والآخر اللہ تعالیٰ کے اسمائِ حسنی ہیں

بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

بھی یہ نام رکھے ہیں۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

کا اول و آخر ہونا اپنی شان کے مطابق ہے اور حضور

علیہ السلام کا اول و آخر ہونا اپنے مقام کے مطابق



ہے تاہم یہ امر کافی فخر کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اسماء سے موسوم فرمایا اور آپ کو یہ صفات بخشی ہیں اگرچہ معنی میں کچھ اختلاف ہے۔  
”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخریت یا خاتمیت کو سمجھنے کے لئے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الآخر ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اسی معنی کی روشنی میں حضور علیہ السلام کے خاتم یا آخر ہونے کا مفہوم متعین ہو سکے گا۔

قابل غور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم ”الآخر“ کے کیا معنی ہیں۔ اسی کے جاننے سے خاتمیت محمدیہ کی حقیقت سمجھ آتی ہے۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ موتے وقت دعا میں کہا کرتے تھے :-

”انت الاول فلیس قبلك

شیء وانت الآخر فلیس

بعدك شیء۔“ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۳۸۱)

علامہ ابن حبان نے آیت ”هو الاول والاخر“ کی تفسیر میں لکھا ہے :-

”هو الاول الذى ليس

لوجوده بداية مفتوحة

والاخر الدائم الذى ليس

له نهاية منقضية وقيل

الاول الذى كان قبل كل

شیء والاخر الذى يبقى بعد

هلاك كل شیء۔۔۔۔۔ وقال

ابوبكر الوراق الاول بالازلية  
والاخر بالابدية۔“

(البحر المحیط جلد ۲ ص ۲۱۴)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

”هو الاول : هو القديم

الذى كان قبل كل شیء والاخر

الذى يبقى بعد هلاك كل

شیء۔“ (الكشاف جلد ۴ ص ۴۲)

امام البیضاوی تحریر فرماتے ہیں :-

”هو الاول - السابق على

سائر الموجودات من حيث

انه موجودها ومحدثها۔

والاخر - الباقي بعد فناءها

ولو بالنظر الى ذاتها مع

قطع النظر عن غيرها۔ او

هو الاول الذى يتدى منه

الاسباب والاخر الذى

يتتبع الى المسببات۔“

(انوار التنزيل جلد ۲ ص ۳۲۲ و ص ۳۲۳)

ان تفسیری اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اول و آخر ہونا درحقیقت اس کی ازلیت و ابدیت کے ہم معنی ہے۔ اسے اول و آخر کہنا اس کے دائمی وجود کا مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت الآخر اس بات کی متقاضی ہے کہ جملہ مسببات کا سلسلہ اس تک منتهی ہو۔

التذی ینتھی الیہ المسببات " اس معنی کا  
تقین اور اس کی وضاحت اس اختلافی عقیدہ سے  
ہو جاتی ہے جو صدیوں سے اہلسنت والجماعت  
(اشاعہ) اور فرقہ جہمیہ کے درمیان موجب نزاع  
ہے۔ بات یوں ہے کہ فرقہ جہمیہ کا اعتقاد ہے کہ ایک  
دن اہل جنت پر فنا آ جائے گی اس لئے ان کے حق میں  
”ہُمْ فِیْہَا خَالِدُونَ“ سے دوام ثابت نہیں۔ ان  
کے نزدیک اہل جنت کی بقاء اللہ تعالیٰ کی صفت الآخر  
کے منافی ہے۔ جہمیہ کے برعکس اہلسنت والجماعت کا  
مذہب یہ ہے کہ جنتیوں کی بقاء چونکہ اللہ تعالیٰ کے  
حکم اور قانون کے تابع ہے بالذات نہیں ہے اسلئے  
ان کی بقاء صفت یاری ”الآخر“ کے خلاف نہیں۔  
آیت قرآنی ”ہُمْ فِیْہَا خَالِدُونَ“ (البقرہ) کی تفسیر  
میں امام البیضاوی لکھتے ہیں ”المرا د بہ الدوام  
ھھنا عند الجہ ھور“ اس عبارت پر حاشیہ  
میں لکھا ہے ۔

”خلافاً للجمہیۃ والتذی

دعاهم الی ھذا اللہ تعالیٰ

وسعت نفسه بانہ الاول

والآخر والاولیۃ تقدمہ

علی جمیع المخلوقات الاخریۃ

تأخرہ علیہ ولا یكون الا

بقضاء ما سواہ ولا بقضیت

الجنۃ واهلہا کان فیہ

تشبیہ الخالق والخلق و

هو محال

ترجمہ ”یہ معنی (یعنی مخلوق یعنی دوا جہمیہ

فرقہ کے خلاف میں)۔ انہیں اس باب

کا خیال اس طرح پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنی صفات میں الاول والاخر

کو ذکر فرمایا ہے۔ اس کی اولیت کے

معنی یہ ہیں کہ وہ سب مخلوقات سے مقدم

ہے اور اس کی آخریت کا مطلب یہ ہے

کہ وہ سب مخلوقات سے متاخر ہے اور

یہ مفہوم تب ہی متحقق ہو سکتا ہے جب

تمام ماسوی اللہ پر موت آجائے۔

لیکن اگر جنت اور اہل جنت دائمی طور

پر باقی رہیں تو اس سے خالق اور مخلوق

کا ہم رنگ طور پر باقی رہنا لازم آتا ہے

اور یہ محال ہے

جہمیہ کے اس استدلال کا جواب اہلسنت والجماعت

کی طرف سے بایں الفاظ دیا گیا ہے ۔

”ومعنی الاول والاخر لیس

کا اذ عوالا اللہ صفة کمال

ومعنا لا ابتداء لوجودہ

ولا انتهاء لہ فی ذاتہ

من غیر استناد لغيرہ فهو

واجب الوجود مستحیل

العدم وبقاء الخلق لیس

کذلک فلا یشبہہ شئ من

ذائقہ :-

ترجمہ :- لفظ الاوّل اور الآخر کا وہ مطلب نہیں جو ہمیں فرقہ کے لوگوں نے سمجھا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بطور صفت کمالی وارد ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ذاتی ہے وہ کسی کے سہارے کا محتاج نہیں۔ اس کے وجود کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء۔ وہ واجب الوجود اور محتمل العدم ہے۔ مخلوق یعنی اہل جنت کی بقا اسی نہیں یعنی ذاتی نہیں۔ پس مخلوق میں سے کوئی چیز خالق کے مشابہ نہ ٹھہری۔ (حاشیہ تفسیر البیضاوی ... دہلی مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی)

اس بیان سے بالبداهت ثابت ہے کہ اہلسنت والجماعہ کے نزدیک صفت الہی ”الآخر“ کا عرفیہ تقاضا ہے

کہ غیر اللہ کا ذاتی وجود نہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیقیت میں باقی رہنے والے اہل جنت کا وجود اللہ تعالیٰ کی صفت ”الآخر“ کے منافی نہیں۔ اسی مسئلہ تشریح کے مطابق یہ کہنا بھی بالکل درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ”آخر الانبیاء“ یا ”الخاصہ“ ہونے کا صرف یہ تقاضا ہے کہ آپ کے ظہور کے بعد کوئی شخص ذاتی طور پر وصف نبوت سے متصف نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ کہ جس طرح اہل جنت کی دائمی بقا صفت باری ”الآخر“ کے منافی نہیں۔ کیونکہ اہل جنت کی بقا ذاتی نہیں بلکہ بالعرض ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت ”الآخر“ کا ہی ظنی ظہور ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی تابعیت اور تخلیقیت میں نبوت پانے والے وجود آپ کے ”آخر الانبیاء“ ہونے کے منافی نہیں کیونکہ نہ اہل جنت کی بقا ذاتی ہے اور نہ ہی ان ظنی اور امتی نبیوں کی نبوت ذاتی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

## فصل پنجم

### صحابہ کا اجماع اور مسلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت

کے اجماع کی ہے (ختم نبوت ص ۲۱) اقرار۔ یہ بات درست ہے۔ صحابہ کرام اجماع

(۱) مودودی صاحب لکھتے ہیں :- ”قرآن و سنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرام

دو طرح کا ہوتا ہے۔ اول یہ کہ سب کہیں  
أَجْمَعْنَا عَلَىٰ كَذَابِهِمْ سب اس بات  
پر اتفاق کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ بعض صراحۃً  
بیان کریں اور باقی خاموش رہیں۔ مؤخر الذکر  
کو اجماع سکوتی کہتے ہیں (تورالانوار ص ۱۸۹)  
سوال یہ ہے کہ امتی نبوت کے انقطاع پر  
صحابہ کرامؓ نے کبھی اجماع کیا ہے؟

(۲) مودودی صاحب لکھتے ہیں: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت  
کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کی نبوت  
تسلیم کی ان سب کے خلاف صحابہ کرامؓ نے  
بالاتفاق جنگ کی تھی۔ اس سلسلے میں خصوصیت  
کے ساتھ مسیلہ کذاب کا معاملہ قابل ذکر ہے۔“

اقول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے

بعد عرب میں ابتداء اور بغاوت کی ایک شدید  
لہر دوڑ گئی تھی۔ ان لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی  
سے انکار کر دیا تھا اور اسلامی حکومت کے  
مقابل پر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان سب مرتدین  
اور باغیوں سے خلیفہ وقت حضرت ابو بکرؓ کے  
حکم سے صحابہؓ نے جنگ کی اور کامیاب ہوئے  
اور پھر ان سب لوگوں نے اسلامی سلطنت کی  
اطاعت قبول کر لی۔ ان مرتد قبائل میں سے  
بنو حنیفہ میں مسیلہ مدعی نبوت بھی تھا۔ جو جنگ  
میں قتل ہوا اور بنو حنیفہ نے خلافت کی اطاعت  
کر لی۔

(۳) مودودی صاحب لکھتے ہیں: ”یہ شخص (مسیلہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر نہ تھا۔ بلکہ  
اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اسے حضورؐ کے ساتھ  
شریک نبوت بنایا گیا ہے۔ اس نے حضورؐ  
کی وفات سے پہلے جو عریضہ آپؐ کو لکھا تھا اس  
کے الفاظ یہ ہیں من مسیلہ رسول اللہ  
الی محمد رسول اللہ سلام علیک

فانی اشترکت فی الامر معک مسیلہ

رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف۔

آپ پر سلام ہو آپ کو معنوم ہو کہ میں آپ کے

ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا

ہوں (طبری جلد دوم ص ۲۹۹ طبع مصر) اس

صریح اقرار رسالت محمدی کے باوجود اسے

کافر اور خارج اذمت قرار دیا گیا اور اس

سے جنگ کی گئی۔“ (ختم نبوت ص ۲۲)

اقول۔ الف مسیلہ کذاب کو مودودی صاحب

نے ”حضورؐ کے ساتھ شریک نبوت“ قرار

دینے میں مسیلہ کے خیال سے بھی بڑھ کر بات

کی ہے۔ مسیلہ کے فقرہ اشترکت فی الامر

محلت کا ترجمہ ”نبوت کے کام میں شریک

کیا گیا ہوں“ مودودی صاحب کی اپنی ایجاد

ہے جو سراسر غلط ہے۔ انہیں اس ایجاد کا موقع

اس لئے مل گیا کہ انہوں نے مسیلہ کے خط کا فقرہ

مکمل نقل نہیں فرمایا۔ مسیلہ نے لکھا تھا:۔

”فانی قد اشترکت فی الامر

صَعَلَتْ فَاِنْ لَنَا نَصْفُ الْاَمْرِ

وَلِلْقُرَيْشِ نَصْفُ الْاَمْرِ

کہ میں الامر میں آپ کے ساتھ شریک

کیا گیا ہوں۔ پس آدھا الامر ہمارے

لئے ہے اور آدھا قریش کے لئے

ظاہر ہے کہ مسلمان قریش کو آدھا دعویدار

نبوت نہیں ٹھہراتا۔ اس کی مراد اس عبارت

میں الامر سے حکومت اور زمینی اقتدار ہے۔

مسند ابی حنیفہ میں مسلمان کذاب کا خط

ان الفاظ میں مروی ہے "من مسیلمة

رسول الله الى محمد رسول الله اما

بعد فقد انا زكت في الارض فلنصف

الارض ولقریش نصفها غیر ان قریشا

قوم يعتدون" (مسند امام ابی حنیفہ

برجامشہ الادب المفرد ص ۱۸ مطبع مصر)

دیگر روایات سے بھی ظاہر ہے کہ مسلمان اور

اس کی قوم عصیت جاہلیت کے ماتحت دنیوی

حکومت کی بھوک تھی۔ لکھا ہے کہ جب وہ مدینہ

میں آیا تو اس نے غائبانہ کہا تھا۔

اِنْ جَعَلَنِي مُحَمَّدٌ مِنْ بَعْدِهِ

تَبِعْتُهُ وَقَدْ مَهَانِي بِشْرُكَائِهِ

من قومہ۔

کہ اگر محمد اپنے بعد میرے لئے حکومت

مقرر کر دیں تو میں آپ کی پیروی

کرنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ اس

وقت اپنی قوم کی ایک بڑی جمعیت

ساتھ لایا تھا۔

(بخاری جلد ۱ ص ۶۲۸ مطبع مجتبیٰ)

آپ کے سامنے آنے پر مسلمان نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے کہا۔

اِنْ شِئْتَ خَلَيْتَ بَيْنَنَا

بَيْنَ الْاَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا

بَعْدَكَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ

سَأَلْتَنِي هَذَا الْقَضِيَّةَ

مَا اَعْطَيْتُكَ

کہ اگر آپ چاہیں تو اب بے شک

حکومت کریں مگر اپنے بعد اسے

ہمارے لئے مخصوص کر جائیں نبی

پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ

والی شاخ کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے فرمایا کہ حکومت تو بڑی بات

ہے میں تو تجھے یہ شاخ بھی دیتے کیسے

تیار نہیں ہوں" (بخاری جلد ۲

ص ۶۲۸ مجتبیٰ)

گویا مسلمان کذاب جس اصرار میں شریک ہونا

چاہتا تھا وہ حکومت اور دنیوی اقتدار تھا۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے خط

کا تحریری جواب یہ دیا تھا۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ الْعَاقِبَةَ  
لِلْمُتَّقِينَ -

کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔

وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا

ہے اس کا مالک اور وارث بناتا

ہے اور انجام مقبول کے لئے ہے۔

پس مودودی صاحب نے پہلے تو مسیلمہ

کذاب کی طرف وہ بات منسوب کی ہے جو

وہ نہیں کہتا تھا۔ اس کا اصل مطالبہ تو حکومت

و اقتدار میں شریک ہونے کا تھا۔

ب۔ تاریخی طور پر یہ درست ہے کہ مسیلمہ جھوٹا

مدعی نبوت تھا مگر وہ تشریف لے چکی نبوت

کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس نے قرآن مجید کے مقابل

کتاب بنانے کا ادعا کیا تھا اور کچھ غلط

فقرات بنائے بھی تھے۔ لکھا ہے کہ جب مسیلمہ

کے قتل ہونے اور اس کی قوم کے شکست

کھا جانے کے بعد باقی سب بنو حنیفہ دوبارہ

مسلمان ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی

ان سے مسیلمہ کا کلام سننے کا خواہش کی تعمیل

حکم میں انہوں نے اس کے بعض کلمات سنائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی نے جب یہ کلام سنا تو

ان کو بنو حنیفہ کی جہالت پر بے حد تعجب ہوا

اور آپ نے اس امر پر سخت حیرت کا اظہار

کیا کہ ان لوگوں کو اتنی بے بسی و بیخبر کلام

(قرآن مجید) اور ہزلیات (مسیلمہ کے کلام)

میں کچھ بھی فرق محسوس نہیں ہوا۔

(کتاب "خلفائے محمد" مؤلفہ علامہ عبد الباقی

اردو ترجمہ ص ۱۱۱)

مسیلمہ نے فجر اور عشاء کی نمازوں کے

منسوخ کرنے کا بھی اعلان کر دیا تھا۔ گویا

مسیلمہ آنحضرت کے مد مقابل صاحب شریعت

بتنہا چاہتا تھا۔ ان حالات میں صرف مودودی

صاحب ہی کہہ سکتے ہیں کہ مسیلمہ "ربا لیت محمدی

کا سر بیچ افرا" کرتا تھا۔ غالباً مودودی

صاحب مسیلمہ کے فقرہ "من مسیلمہ رسول

اللہ الی محمد رسول اللہ" کو سمجھ نہیں

سکے جو اس نے ازراہ تشرارت لکھا تھا۔

مسند احمد میں لکھا ہے کہ مسیلمہ کے دو

ایچی دربار نبوی میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان سے پوچھا

أَتَشْهَدَانِ اَنِّي رَسُولُ اللَّهِ

فَقَالَ لَا تَشْهَدَانِ مَسِيْلَمَةُ

رَسُولُ اللَّهِ -

کہ کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ

کا رسول ہوں۔ ان دونوں نے کہا

کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ

اللہ کا رسول ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۲ باب الامان)

حضرت خالد بن الولید نے مسیلمہ کی قوم سے

دریافت کیا :-

يَا بَنِي حَنِيفَةَ مَا تَقُولُونَ قَالُوا  
نَقُولُ مَا نَبِيٌّ وَمَنْكُمْ نَبِيٌّ

کہ تم کیا عقیدہ رکھتے ہو انہوں نے  
کہا کہ ہمارا بھی ہم میں سے اور تمہارا  
نبی تم میں سے ہے (طبری جلد ۲ ص ۲۴۳)

اندری حالات مسلمانہ کہ رسالت محمدی کا صریح  
اقرار کرنے والا قرار دینا محض عداوت  
احمدیت کا نتیجہ ہے۔

(۴) مودودی کا صاحبِ یلمہ کذاب کے پیروؤں کے  
حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنو حنیفہ  
نیک نیتی کے ساتھ (سنہ

good faith) اس پر ایمان  
لائے تھے اور انہیں واقعی اس غلط فہم  
میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے اس کو خود شریک رسالت

کیا ہے“ (ص ۲۲)

اقول مسلمان مؤرخین میں تو ایک بھی ایسا نہیں

جس نے بنو حنیفہ کے مسلمان پر ایمان کو نیک نیتی

پر مبنی قرار دیا ہو۔ یہ انکشاف تو صرف مولانا

مودودی پر ہوا ہے اور اگر فسادات پنجاب

۱۹۵۳ء کی ”تحقیقاتی عدالت“ میں مولانا

پیش نہ ہوتے تو غالباً ان پر بھی یہ الزام کھل

سکتا تھا۔

قارئین کرام! بخاری شریف کے مندرجہ

بالا حوالہ جات کی روشنی میں آپ خود اندازہ  
لگالیں کہ بنو حنیفہ کہاں تک نیک نیت تھے۔  
نیز یہ کہ آیا ان کے لئے کسی غلط فہمی کا موقع تھا؟  
ہم اس سلسلہ میں مزید تین سو اے پیش کرتے  
ہیں۔ جن سے بنو حنیفہ کی نیک نیتی کے علاوہ  
مودودی صاحب کا مقصد بھی سامنے آجائے گا۔

عمر بن طلحہ نے مسلمانہ کو کہا تھا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ

مُحَمَّدًا صَادِقٌ وَلَاحِقَتُ

كَذَابَ رَبِيعَةَ أَحَبَّ إِلَيْنَا

مِنْ صَادِقٍ مُضَرٍّ

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے

اور محمد صادق ہیں لیکن ہمارے قبیلہ

ربیعہ کا کذاب ہمیں مضریٰ قریشی

کے صادق سے زیادہ پیارا ہے“

(طبری جلد ۲ ص ۲۴۶)

الحلی سے روایت ہے کہ اس نے کہا۔

كُذِّبَ رَبِيعَةُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ

كَذَابِ مُضَرَ

کہ ربیعہ کا کذاب ہمیں مضریٰ کذاب

سے زیادہ اچھا ہے۔“ (طبری جلد ۲ ص ۲۴۶)

کیا ان لوگوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مسلمانہ پر

good faith میں ایمان لائے

تھے اپنی نیت کے برے ہونے کا ثبوت فراہم

کرنا نہیں؟

نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپال نے  
تحریر فرمایا ہے :-

”اس (سید) نے آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے بالمقابل تشریحی نبوت  
کا دعویٰ کیا اور شراب اور زنا  
کو حلال قرار دیا۔ فریقہ نماز کو ساقط  
کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سوتیں  
لکھیں۔ پس شریعہ اور مقصد لوگوں کا  
گروہ اس کے تابع ہو گیا۔“

(حجج الکرامہ ص ۳۲ ترجمہ فارسی)

ان حالات میں قارئین خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ  
ایسے لوگوں کو ”نیک نیت“ قرار دینے میں  
مودودی صاحب کس مقام پر آگئے ہیں؟  
(۵) مودودی صاحب اپنے غلط مقصد کے لئے  
بات کو رنگ دے کر پیش کرنے کی جہارت سے  
فائدہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”اسلامی قانون کی رو سے باغی  
مسلمانوں کے خلاف اگر جنگ کی  
نوبت آئے تو ان کے امیران جنگ  
غلام نہیں بنائے جاسکتے بلکہ مسلمان  
تو درکنار ذمی بھی اگر باغی ہوں تو  
گرفتار ہونے کے بعد ان کو غلام  
بنانا جائز نہیں ہے لیکن سید اور  
اس کے پیروں پر حسب پڑھائی گئی  
تو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان فرمایا کہ ان

کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائیگا۔“  
(ختم نبوت ص ۲۲)

اقول :- اول تو مودودی صاحب نے اس اسلامی  
قانون کا حوالہ نہیں دیا جس کی موہو خلاف رزی  
کی آٹ لیکر وہ حضرت ابوبکرؓ کے اعلان کو غلط  
رنگ دینا چاہتے ہیں۔

ثناوی عالمگیری میں تو صاف لکھا ہے :-  
”قوم ارتدوا عن الاسلام

وحاربوا المسلمین وغلبروا  
على مدينة من مدائنهم

في ارض الحرب ومعهم نساؤهم  
وذراريهم ثم ظهر المسلمون

عليهم فانه تقتل رجالهم  
وتسبي نساؤهم وذراريهم

كذا في المبسوط :- (ثناوی  
عالمگیری جلد ۲ ص ۲۸ مطبوعہ کانپور)

کہ جو لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں  
اور مسلمانوں سے جنگ شروع کر دیں

اور علاقہ جنگ کے کسی شہر پر قابض  
بھی ہو جائیں اور ان کے ساتھ ان کی

عورتیں اور بچے بھی ہوں پھر ان پر  
مسلمان غالب آجائیں تو ان کے

مردوں کو تہ تیغ کر دیا جائے گا اور  
ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا

جائے گا۔“



دوم۔ مودودی صاحب یہ قلمطائریہ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے مسیلہ اور اس کے پیروؤں پر چڑھائی کے وقت کوئی خاص اور علیحدہ اعلان فرمایا تھا حالانکہ تاریخ میں لکھا ہے کہ مرتد محاربین کے دفاع کے لئے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلحہ بن خویلد اسدی نیز مالک بن نویرہ کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ عکرمہ کو یامہ میں مسیلہ کذاب کے مقابلہ کے لئے مقرر کیا اور شرجیل بن حسنہ کو ان کی امداد کے لئے روانہ کرتے ہوئے حکم دیا تھا کہ مسیلہ سے فارغ ہو کر قنصہ کی طرف بڑھیں۔ حذیفہ بن محسن کو عمان میں اہل دبا کے مقابلہ کے لئے مقرر فرمایا۔ عرقمہ بن ہرمہ کو اہل ہمرہ کی طرف بھیجا۔ سوید بن مقرن کو تمامہ میں کی طرف بھیجا۔ علاء بن الحضرمی کو بھون روانہ کیا۔ عمرو بن العاص کو سرحد شام کی طرف بھیجا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت ابو بکرؓ نے ان امراء کے ذریعہ ملک بھر کے مرتدین اور باغیوں کے نام جو اعلان بھجوا یا وہ یکساں تھا اس میں مسیلہ اور اس کے پیروؤں کے لئے امتیازی احکام نہ تھے۔ خلاصہ اعلان یہی تھا کہ مقابلہ کنوئے مردوں کو قتل کر دیا جائے گا اور ان کے بیوی بچوں کو قید کر لیا جائے گا۔ (ملخص از کتاب "مخلفائے محمد" ص ۳۳)

پس سب مرتد اور باغی برسرِ پیکار قبائل کی سرکوبی کے لئے ایک ہی اعلان تھا۔ خواہ ان قبائل میں کوئی مدعی نبوت تھا یا نہیں۔ یہ قبائل چونکہ خود جنگ کر رہے تھے اسلئے ان سے شرعاً یہی سلوک ہونا چاہیئے تھا اس جگہ دعویٰ نبوت کی بحث داخل کرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش ہے۔

(۶) مسیلہ کذاب اور اس کے پیروؤں کی حمایت سے جناب مودودی صاحب جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ ان کے آخری الفاظ میں یوں ہے کہ:-

”صحابہ نے جس جرم کی بنا پر ان سے جنگ کی تھی وہ بغاوت کا جرم تھا بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لائے۔

یہ کارروائی حضورؐ کی وفات کے فوراً بعد ہوئی۔ ابو بکر صدیق کی قیادت میں ہوئی اور صحابہ کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی۔ اجماع صحابہ کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی اور ہو۔“ (ص ۳۳)

اقول:- (الف) خلافت صدیقی میں عرب کے محارب مرتدین سے صحابہؓ کی جنگ انکی بغاوت

اور محاربہ کی وجہ سے تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے چھپایا نہیں جاسکتا۔ بنو حنیفہ یعنی مسلمہ کی قوم بھی محارب مرتدین میں شامل تھی۔

مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ بنو حنیفہ سے جنگ صرف اسلئے کی گئی کہ ان میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس پر ایمان لے آئے تھے اسی صورت میں قابل پذیرائی ہو سکتا ہے جبکہ مودودی صاحب اس بارے میں حضرت صدیق اکبرؓ کا کوئی ارشاد یا اعلان پیش کر سکیں مگر وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔

(ب) مودودی صاحب کے استدلال کی تغلیط کے لئے یہی کافی ہے کہ مسلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا مگر حضورؐ نے نہ خود اس سے جنگ کی اور نہ ہی صحابہ کو اس سے جنگ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پس ماننا پڑے گا کہ جنگ کی وجہ وہ نئے حالات تھے جو حضورؐ کی وفات کے بعد پیدا ہو گئے تھے کہ:-

(۱) مسلمہ نے اسلامی حکومت کے مقابلہ کے لئے چالیس ہزار کاشکے ہزار تیار کیا۔

(۲) اس نے کہا کہ میں اپنی اور سہاج کا فوج کے ساتھ تمام عرب پر قبضہ کروں گا۔

(۳) پیام سے خود خراج وصول کرتا تھا۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو اس نے نکال دیا تھا اور خود اس علاقہ کا حاکم بن گیا تھا (ماہنامہ ہوتا تاریخ انجیس جلد ۲ ص ۱۷۱ و تاریخ طبری اردو ترجمہ مطبوعہ سید آباد دکن حصہ اول جلد چہارم) (ج) اس جگہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "انا بینہما صاحب صنعاء وصاحب الیامہ" پر صحیح البخاری کا حاشیہ راجع کرنا چاہتے ہیں۔ لکھا ہے:-

"فادی (الاسود) النبوة و

عظمت شوکتہ وحاسر ب

المسلمین وقتل فہم و

غلب علی البلاد و آل امرہ

الخان قتل فی حیاة النبی

صلی اللہ علیہ وسلم و اما

مسيلة فكان ادعی النبوة

فی حیاة النبی صلی اللہ علیہ

وسلم لکن لم تعظم شوکتہ

ولم یقع محاربہ الا فی

عهد ابی بکرؓ (بخاری کتاب

الرؤیا جلد ۲ حاشیہ ص ۱۲۱ حقیقی)

ترجمہ:- اسود غسی نے آنحضرتؐ کی زندگی میں

نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کی شان و شوکت

بن گئی۔ اس نے مسلمانوں سے جنگ کی

اور انہیں قتل کیا اور علاقہ پر قابض ہو گیا۔

اس کا انجام یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قتل کو دیا گیا۔ ہاں مسیلہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا مگر اس وقت نہ اس کی شوکت قائم ہوئی اور نہ ہی اس سے جنگ پیش آئی سوائے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ کے۔

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ مسود غنی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مسلمانوں سے جنگ چھیڑی اور وہ حضورؐ کی زندگی میں قتل ہو گیا لیکن مسیلہ نے اس وقت عملی بغاوت نہ کی تھی۔ اگرچہ اس کا دعویٰ نبوت موجود تھا لیکن اس سے آنحضرتؐ کی زندگی میں جنگ نہیں کی گئی۔ البتہ جب اس نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عملی بغاوت شروع کر دی تو صحابہؓ نے اس سے جنگ کی اور وہ ہلاک ہو گیا۔

اندروں حالات اگر مسیلہ کذاب کے افعہ سے صحابہ کے کسی قسم کے اجماع پر استدلال کیا جاسکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ مرتد محاربین جب عملی بغاوت اختیار کر لیں تو ان سے جنگ لایہی ہے۔ اگر دعویٰ نبوت کو درمیان میں داخل کئے بغیر مسود ودی صاحب کی تسلی نہیں ہو سکتی تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا دعویٰ نبوت جو تشریعی نبوت کا دعویدار ہو، اسلامی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہو اور عملاً مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو کر کشاکش کر رہا ہو ایسے مدعی سے جنگ کرنا لازمی ہے۔ صحابہ کے عمل سے یہ ثابت ہے۔

غیر تشریعی نبوت پر صحابہ کا اجماع

تو مرویہ کہ بھی غیر تشریعی نبوت کے متنبہ ہونے پر صحابہؓ کا کسی قسم کا اجماع ثابت نہیں کر سکے۔ ایسے ہم بتائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اس بابے میں کس بات پر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تفقیہ اور آپؐ کی علم دین میں مہارت سب اُمت کو مسلم ہے۔ انہوں نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔

کہ اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء تو کہا کرو مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ ہوگا۔

یہ قول حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہؓ کے مجمع میں فرمایا جیسا کہ لفظ قولوا اور لا تقولوا سے خود ظاہر ہے۔ مگر سائے مجمع میں سے اس کے برخلاف ایک آواز نہیں اٹھی۔ حالانکہ بطور حضرت عائشہؓ کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لاینبی بعدی کے خلاف نظر آتا ہے مگر صحابہؓ خوب سمجھتے تھے کہ لاینبی بعدی کا ایک غلط مفہوم لیا جاسکتا ہے جو قرآن مجید اور دیگر نصوص کے خلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ اسی غلط مفہوم کی تردید فرما رہی ہیں۔ اسلئے سنیہ حضرت عائشہؓ کو بات اتفاق کیا۔ اس اجمال کی تفصیل امام محمد ظاہر نے حضرت

اتم النبیینؐ کا مندرجہ بالا قول درج کرنے کے بعد یوں بیان فرمائی ہے :-

هذا غلط الرأى نزول عيسى و  
هذا لا ينافي حديث لا نبى  
بعدي لانه اراد لا نبى ينسخ  
نشره

کہ حضرت عائشہؓ کا مقصد نزول  
مسیحؑ کو مد نظر رکھتا ہے۔ تزییبات  
لا نبی بعدی کے مخالف نہیں کیونکہ  
لا نبی بعدی کی حدیث سے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مطلب تھا  
کہ میرے بعد ایسے نبی نہیں آ سکتے جو  
میری شریعت کو منسوخ قرار دیں۔  
(تکمہ مجمع البحار ص ۵۵)

بات صاف ہے کہ حدیث نبویؐ لا نبی بعدی  
کا مدعا یہ ہے کہ نہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی  
شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا۔ حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا لا نبی بعدہ کے اس عام مفہوم  
کے مد نظر کہ کسی قسم کا بھی نبی نہیں آ سکتا اس کے استعمال  
سے روک رہی ہیں۔ دونوں میں کوئی منافات نہیں۔  
تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا کے ارشاد پر تسلیم فرمایا اور اس طرح  
اصول کی کتاب نور الانوار کے حوالہ کے مطابق اس  
بات پر صحابہ کا سکوتی اجماع ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے بعد نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا۔

مگر اتنی نبی آ سکتا ہے۔ وہو المراد۔

**اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت** | مودودی صاحب کی  
ساری کتاب و دو اسلئے

ہے کہ حضرت باقی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو (معاذ اللہ)  
مسیلہ کی طرح کذاب مدعی نبوت ثابت کریں اور حضرت  
احمدیہ کو واجب القتل قرار دیں۔ حالانکہ دو سر ہزاروں  
شواہد و دلائل سے قطع نظر مودودی صاحب کے لئے اس  
باجے میں اللہ تعالیٰ کی یہی فعلی شہادت کافی تھی کہ مسیلمہ کذاب  
پوسے ساز و سامان اور چالیس ہزار کے لشکر ہزار کے  
باوجود ناکام و تباہ ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا  
لیکن حضرت باقی سلسلہ احمدیہ انتہائی بیکیسی کے باوجود علما  
پنڈتوں، پادریوں کی علیحدہ علیحدہ اور متفقہ کوششوں  
کے باوجود کامیاب و کامران ہوئے اور دشمن ہزار ہا  
قسم کی سازشوں کے باوجود آپ کے قتل پر قادر نہ  
ہو سکے۔ مسیلمہ کی جمعیت چند دن میں پرانگندہ ہو گئی  
اور اس کا مشن ناپید ہو گیا لیکن حضرت باقی سلسلہ  
احمدیہ کی جماعت ستر سال سے روز افزوں ترقی کر رہی  
ہے اور اکنات عالم میں اسلام کے پرچم کو بلند کرتی  
جا رہی ہے کیا اللہ تعالیٰ کی یہ واضح فعلی شہادت  
مخلفین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں تھی تا انکی  
زبانیں بھی حق کا اقرار کریں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام  
فرماتے ہیں یہ اگر انسان کا ہوتا کار و بار لئے تھا  
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار  
کچھ نہ چھپی حاجت تمہاری نے تمہارے ملک کی  
خود مجھے نابود کرنا وہ جہاں کا شہر یا رہا۔

# فصل ششم

## خاتم النبیین کا صحیح مفہوم اور علماء و صلحاء اُمت کے بیانات

جناب مودودی صاحب تمام علماء اُمت کا اجماع کے زیر عنوان لکھتے ہیں:-

”پہلی صدی سے سیکڑا ج تک ہر زمانے کے اور پوری دنیا میں ہر ملک کے علماء و اسی عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔“ (۲۳)

بلاشبہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور یہ بھی سب کو مسلم ہے کہ حضور نے لائبی بعدی کا ارشاد فرمایا ہے اور اپنے متعلق آخرالانبیاء کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ اُمت محمدیہ نے خاتم النبیین اور لائبی بعدی وغیرہ کے کس معنی اور مفہوم پر اجماع کیا ہے؟ اس سوال کا جواب معین کرنے کیلئے ہمیں بزرگانِ اُمت کے اقوال پر مجموعی نظر ڈالنی چاہیئے جناب مودودی صاحب نے بیس معتبرین وغیرہم کے اقوال درج فرمائے ہیں ہم ذیل میں ان کا بھی جائزہ لیں گے۔

بیس بزرگانِ اُمت اور علماء ربانی کی تشریح

لیکن اس سے پہلے ہم بیس دوسرے بزرگانِ اُمت کے واضح اقوال

پیش کرتے ہیں:-

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (وفات ۴۰ھ

ہجری) نے فرمایا: قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لانی بعدہ“ (تفسیر الدر المنثور للسيوطی جلد ۵ ص ۲۰۲ و کلمہ جمع البجا ص ۸۵)

اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ضرور کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کسی منتم کا نبی نہ آئے گا۔“

(۲) حضرت امام ملا علی القاری (وفات ۱۰۱۳ھ ہجری) المسکت کے زیر دست عالم تحریر فرماتے ہیں:-

”قوله تعالى خاتم النبیین

اذ المعنى انه لا يأتي بعدہ

نبی ینسخہ صلتہ ولہ یکن

من اُمتہ۔“

کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو اور آپ کی اُمت میں سے نہ ہو۔“ (موضوعاً لکیر ص ۶۹)

(۳) حضرت امام محمد طہر علیہ الرحمۃ (وفات ۹۸۶ھ)  
بھری) لکھتے ہیں :-

”ہذا ایضاً لاینافی حدیث (لانی)  
بعدی لآتہ ازاد لانی ینسخ  
شرعہ۔“

کہ حضرت عائشہؓ کے قول سے حدیث لا  
نبی بعدی کی مخالفت نہیں ہوتی کیونکہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے  
کہ ایسا نبی نہ ہوگا جو آپ کی شریعت کو  
منسوخ کرے۔ (تکمک مجمع البحار ص ۸۵)

(۴) رئیس الصوفیہ حضرت محی الدین ابن العربی (وفات  
۶۳۸ھ بھری) تحریر فرماتے ہیں :-

(الف) ”ان النبوة التي انقطعت  
بوجود رسول الله صلى الله عليه  
وسلم انما هي نبوة التشريع  
(لامقامها فلا شرع يكون ناسخاً  
لشرعه صلى الله عليه وسلم ولا  
يزيد في شرعه حكماً آخر وهذا  
معنى قوله صلى الله عليه وسلم  
ان الرسالة والنبوة قد انقطعت  
فلا رسول بعدى ولا نبى اى لانی  
يكون على شرع يخالف شرعى بل  
اذا كان يكون تحت حكم شریعتی“  
ترجمہ :- وہ نبوت ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے آنے سے ختم ہوئی ہے وہ صرف تشریعی

نبوت ہے مقام نبوت نہیں پس اب ایسی شریعت  
نہیں ہو سکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت  
کو منسوخ قرار دے یا آپ کی شریعت میں کوئی حکم  
ناقص کرے یہی معنی اس حدیث کے ہیں ان  
الرسالة والنبوة قيد انقطعت کہ اب  
رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے میرے بعد نہ  
رسول ہے اور نہ نبی یعنی کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا  
جو ایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے خلاف ہو  
بلکہ جب کبھی نبی آئے گا تو وہ میری شریعت کے  
تابع ہوگا۔“

(ب) حضرت ابن عربی موصوف اپنی دوسری کتاب  
میں تحریر فرماتے ہیں :-

”اما نبوة التشريع والرسالة  
فمنقطعة وفي محمد صلى الله  
عليه وسلم قد انقطعت فلا  
نبى بعده مشرعاً.... الا ان الله  
لطف بعباده فابقى لهم النبوة  
العامة لا لتشريع فيها“

(فصول الحكم ص ۱۲۱-۱۲۲)

ترجمہ :- کہ تشریعی نبوت اور رسالت بند ہو چکی  
ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود یا وجود پر  
اس کا انقطاع ہو گیا ہے لہذا آپ کے بعد صاحب  
شریعت نبی کوئی نہ ہوگا۔۔۔۔۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے  
اپنے بندوں پر مہربانی فرما کر ان کے لئے نبوت  
عامہ کو جس میں کوئی شریعت نہیں ہوتی جاری رکھا ہے۔“

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ (وفات

۱۱۷۹ ہجری) تحریر فرماتے ہیں:-

ختم به النبیین ای لا یوجد من

یا مرہ اللہ سبحانہ بالتشریع

علی الناس۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے شریعت دیکر مامور فرمائے یعنی شریعت جدیدہ لانے والا کوئی نبی نہ ہوگا۔ (تفہیمات الہیہ جلد ۲ ص ۲۷۷ مطبوعہ برقی پریس بخود)

(۶) حضرت السید عبد الکریم جیلانیؒ (ولادت ۷۶۷

ہجری) نے تحریر فرمایا ہے:-

» فانقطع حکم نبوة التشریع

بعده وکان محمد صلی اللہ علیہ

وسلم خاتم النبیین لانہ جاء

بالکمال ولم یحج احد بعد ذلك

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت لشرعی

کا انقطاع ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین قرار پا گئے کیونکہ آپ ایسی کامل

شریعت لے آئے جو اور کوئی نبی نہ لایا۔

(الانسان الکامل جلد ۱ ص ۹۷ مطبوعہ مصر)

(۷) حضرت امام عبد الوہاب شمرانی علیہ الرحمۃ (وفات

۹۷۶ ہجری) نے تحریر فرمایا ہے:-

» اَعْلَمَ ان مطلق النبوة لم تنفخ

وانما ارتفع نبوة التشریع

کہ یاد رکھو کہ مطلق نبوت بند نہیں ہوئی صرف

شرعی نبوت بند ہوئی ہے۔

(الایوانیت والجواهر جلد ۲ ص ۳۵)

(۸) حضرت امام فخر الدین رازیؒ (وفات ۶۰۶

ہجری) تحریر فرماتے ہیں:-

» فاعطاهم العقل وبحث فی

اور احکم نور البصيرة وجوهر

الهداية فعند هذه الدرجة

قانونا بالخلق الرابع - الوجود

والحياة - والقدرة - والعقل -

فالعقل خاتم الكل والخاتم يجب

ان يكون افضل الاخرى ان

رسولنا صلى الله عليه وسلم لما

كان خاتم النبیین كان افضل

الانبياء عليهم الصلوة والسلام

والانسان لما كان خاتم المخلوقات

الجسمانية كان افضلها فكذا

العقل لما كان خاتم الخلق الخاقنة

من حضرة ذی الجلال كان افضل

الخلق واكملها۔

(تفسیر کبیر امام رازیؒ جلد ۶ ص ۳۱)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل عطا

فرمائی اور ان کی وحول میں نور بصیرت اور جوہر

ہدایت پیدا فرمایا۔ اس موقع پر انہیں چار علیین

(۱۰) حضرت شیخ فرید الدین عطار (وفات ۶۷۲ھ ہجری)  
۱۲۲۰ھ عیسوی) تحریر فرماتے ہیں :-

”مجدوب کے لئے چند درجے ہیں۔  
بعض کو ان سے ایک تہائی دیتے ہیں اور  
بعض کو آدھے اور بعض کو آدھے سے  
زیادہ۔ جبکہ اس درجہ کو پہنچتا ہے تو وہ  
مجدوب نبوت کے حصے کے سبب سے  
تمام مجذوبوں سے بڑھ جاتا ہے اور خاتم الاولیاء  
ہوتا ہے اور مردار تمام ولیوں کا۔  
بعد ازاں ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ  
صلعم خاتم الانبیاء تھے“  
(تذکرۃ الاولیاء ص ۵۳ مطبوعہ کانپور)

(۱۱) حضرت خواجہ میر درد صاحب دہلوی (وفات ۸۵۰ھ)  
۱۴۵۰ھ عیسوی مطابق صفر ۸۵۹ھ ہجری) فرماتے  
ہیں :-

”طریقہ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ  
سب طریقوں پر ترجیح رکھتا ہے اور  
خاتم الطرق ہے جس طرح کہ نبوت  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم جمیع نبوت  
ورسالت کی ہے۔ فالحمد لله الذی  
فضلنا علی کثیر من عبادہ  
المومنین۔ اس طریقہ سے اگلے طریقہ  
اس کی مبادی تھے اور اس کے مابعد جو  
طریقہ قیامت تک پیدا ہوں گے اس  
طریقہ کی شاخیں اور شعبہ ہوں گے۔ لہ

نصیب ہوتی (۱) وجود (۲) زندگی (۳) قدرت  
(۴) عقل۔ اور عقل ان تمام خلعتوں کی خاتم ہے  
اور خاتم کے لئے واجب ہے کہ وہ افضل ہو۔  
دیکھو جس طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے سب نبیوں سے  
افضل قرار پائے اور انسان جسمانی مخلوقات کا  
خاتم قرار پانے کے باعث سب سے افضل ٹھہرا۔  
اسی طرح عقل جب ان خلعتوں کی خاتم ہے تو  
ضرور ہے کہ وہ ان سب سے افضل و اکمل ہو۔“  
(۹) علامہ ابن خلدون (وفات ۸۰۸ھ ہجری)  
تحریر فرماتے ہیں :-

”ویمثلون الولایۃ فی  
تفاوت مراتبها بالنسبۃ و  
یجعلون صاحب الکمال فیہا  
خاتم الاولیاء ای حائزاً  
للمرتبۃ الّتی ہی خاتمۃ  
الولایۃ کا کان خاتم الانبیاء  
حائزاً للمرتبۃ الّتی ہی  
خاتمۃ النسبۃ“ (مقدم تاریخ  
ابن خلدون ص ۲۷ و ۲۸ مطبوعہ مصر)

ترجمہ :- ولایت کو اپنے تفاوت مراتب میں نبوت  
کا مثیل قرار دیتے ہیں اور اس میں کامل ولی کو  
خاتم الاولیاء ٹھہراتے ہیں یعنی اس مرتبہ کا پانے  
والا جو ولایت کا خاتم ہے جس طرح سے حضرت  
خاتم الانبیاء اس مرتبہ کمال کے پانے والے



المجد فی الاولی والاخرۃ ولہ الحکم  
والیہ ترجعون۔ اور یہ طریقہ محمدیہ  
خالصہ ازل سے لیکر اب تک سب نبیوں  
پر حاوی ہے۔ (کتاب میخانہ درد مشرق ۱۲۸)

(۱۲) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی  
علیہ الرحمۃ (وفات ۸۳۰ھ ہجری) فرماتے ہیں:-

”پس حصول کمالات نبوت مراتب  
را بطریق وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل  
علیہ و علی جمیع الانبیاء و الرسل صلوات  
والتحیات منافی خاتمیت انویست۔ فلا  
تکن من المعترین۔ (مکتوبہ ص ۳۲)  
ص ۳۲ جلد اول مکتوبات امام ربانیؒ  
ترجمہ:- خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
مبعوث ہونے کے بعد خاص متبعین حضرت  
کو بطور وراثت کمالات نبوت کا حاصل  
ہونا آپ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی  
نہیں ہے۔ یہ بات درست ہے اس میں  
شک مت کرو۔“

(۱۳) حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ (وفات  
محرم ۱۲۹۵ھ ہجری) بنوری ۱۲۸۱ھ عیسوی  
نے فرمایا ہے:-

”پچ کمال غیر از نبوت بالاحوال ختم  
نمودیدہ وہ درمید فیاض بخل و  
در یغ مکن قیست“  
کہ سوائے مستقل نبوت تشریع کے

کوئی کمال ختم نہیں ہوا۔ باقی فیوض  
میں اللہ تعالیٰ کے لئے کسی قسم کا بخل  
اور تردد ممکن نہیں۔“ (مقام منظر ص ۵۴)

(۱۴) حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ (وفات ۸۷۲ھ ہجری)  
تحریر فرماتے ہیں:-

فکر کن در راہ تیکو خداست

تا نبوت یابی اندر است

کہ نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر  
کہ کہ تجھے امت کے اندر نبوت مل جائے

(مثنوی مولانا روم و فقر اول ص ۵۲)

میر آپ نے خاتمیت نبوی کی تشریح کرتے ہوئے  
لطیف رنگ میں فرمایا:-

بہر ایں خاتم شد است او کہ بخود

مثیل اوئے خود نے خواہند بود

آپ خاتم اسلئے ہوئے کہ آپ بے مثل ہیں۔

فیض روحانی کی بخشش میں آپ جیسا کہ کوئی پہلے

(نہی) ہوا ہے اور نہ آئندہ آپ جیسے ہونگے۔

جو کہ در صنعت برد استاد دست

تو نہ کوئی ختم صنعت بر تو است

جب کوئی استاد صنعت اور دستکار ہی میں

کمال پیدا کرتا اور سبقت لیجاتا ہے تو کیا تو یہ

نہیں کہتا کہ استاد! تجھ پر صنعت اور دستکاری

ختم ہے۔ تجھ جیسا کوئی صنعت گر اور دستکار

نہیں ہے۔

.....

در کثا و خستم یا تو خاتمی

در جهان روح بختال خاتمی

اے مخاطب مشنوی جس طرح اعلیٰ درجہ کے کاریگر  
کو تو کہتا ہے کہ تجھ پر کاریگری اور دستکاری  
کا فن ختم ہے اسی طرح تو آنحضرتؐ کو مخاطب  
ہو کر کہہ سکتا ہے کہ بندشوں اور رکاوٹوں کے  
ہٹانے اور عقدہ ہائے لغیل کے حل کرنے میں تو  
خاتم یعنی بے مثل اور بیگانہ روزگار رہے اور وہ قاتل  
علا کرنے والوں کی دنیا میں تو خاتم کی طرح لاثانی  
ہے۔

(۱۵) جناب نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوا  
(وفات ۱۳۰۷ ہجری ۱۸۸۸ء عیسوی) لکھتے ہیں:-

”لانی بعدی آیا ہے جس کے معنی  
نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی  
نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔“

(اقترب الساعۃ ص ۱۶۲)

(۱۶) جناب مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی (وفات  
۱۳۰۷ ہجری ۱۸۸۸ء عیسوی) لکھتے ہیں:-

”بعد آنحضرتؐ معلم کے یا زمانے میں آنحضرتؐ  
معلم کے بعد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ  
صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممکن ہے۔“

(رسالہ دافع الوسواس ص ۱۳)

(۱۷) جناب الشیخ عبدالقادر اکبر دستانی تحریر فرماتے

ہیں:-

”ان معنی کو نہ خاتم النبیین

ہو نہ لا یبعث بعدہ نبی اخر

بشیر بیعت اخری

کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین  
ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نئی  
شریعت لیکر مبعوث نہ ہوگا۔“

(تقریب المرام جلد ۲ ص ۲۳۳)

(۱۸) جناب مولوی بشیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی

جنہیں پاکستان میں ”شیخ الاسلام“ بھی کہا جاتا  
ہے (متوفی ۱۹۴۹ عیسوی) لکھتے ہیں:-

”اب میں اس کے سوا کیا کہوں کہ آنحضرتؐ

صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اپنی عادات

و اخلاق میں تمام انبیاء علیہم السلام سے

فائق تھے ایسا ہی علوم کے بھی سائے

مراتب آپ پر تمام کر دئے گئے تھے

کیونکہ انبیاء سابقین میں نہ ایسا اعجاز

علمی کسی کو دیا گیا نہ اس کے اتباع میں

کسی نے ان علوم کے دریا بہائے ہیں

جو اہل اسلام نے بہائے ہیں اور جبکہ

صفت علم تمام ان صفات کی خالق

ہے جو مری عالم میں ہیں تو جس کا اعجاز

علمی ہوگا گویا اس پر تمام کمالات علمی

کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور اسی کو ہمارے

نزدیک خاتم الانبیاء کہنا مناسب

ہوگا۔“

(رسالہ اعجاز القرآن ص ۶۱)

(۱۹) علمائے لکھنؤ نے استفسار کے جواب میں لکھا

ہے :-

”علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہو گا وہ متبع شریعت

محمدیہ کا ہو گا“

اسی جگہ امام تقی الدین لیسکی (وفات ۵۰۰ھ ہجری) کا نقل بحوالہ رسالۃ الاعلام باین الفاظ درج ہے :-

”یکون نبوتہ ورسالۃ عامۃ

لجميع الخلق من زمن ادم

الی يوم القيامة ویکون

الانبياء واملهم من امته

فالنبی صلعم نبی الانبياء“

ترجمہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت

ورسالت ساری مخلوقات کے لئے ہے اور آدم

کے زمانہ سے لیکر قیامت تک ہے اور سب نبی

اور ان کی امتیں آنحضرت کی امت میں داخل ہیں

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبياء یعنی

نبیوں کے نبی ہیں۔“

(رسالہ جواب دیگر از علمائے لکھنؤ ملحقہ

تخذیر الناس ص ۴۳)

(۲۰) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدر

دیوبند (وفات ۱۸۸۹ عیسوی) تحریر فرماتے

ہیں :-

”اگر خاتمت بمعنی انصاف ذاتی بوصف

نبوت لیجئے جیسا کہ اس سچپان نے

عرض کیا ہے تو پھر سوار رسول اللہ صلم

اور کسی کو افرام مقصود بالخلق میں سے

مثال نبوی صلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس

صورت میں فقط انبیاء کے انسداد

خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت

نہ ہوگی افرام مقدرہ پر بھی آپ کی

فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر

بالقرض بعد زمانہ نبوی صلم بھی کوئی

نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت محمدی

میں کچھ فرق نہ آئے گا“

(رسالہ تذیر الناس ص ۲۵)

### واضح نتائج

ناظرین کرام! یہ جملہ واضح عباراتیں

دنیا نے اسلام کے ان درخشندہ

بینی بزرگوں، اماموں، مفسروں، محققوں اور علماء کے

قلم سے درج ہیں جن کا زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور

سے لیکر ہمارے زمانہ تک ممتد ہے اور جن کی ملکی وسعت

ہندوستان، پاکستان، ایران، عرب، شام، ترکی،

یمن، مصر اور اندلس وغیرہ تمام ممالک تک پھیلی ہوئی ہے۔

ان عبارتوں سے عیاں ہے کہ امت مسلمہ خاتم النبیین کا

مفہوم یہی سمجھتی رہی ہے کہ :-

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی

شریعت لانے والا اور ناسخ شریعت محمدیہ نبی

نہیں آسکتا۔

ہے۔ اس قسم نبوت کو جماعت احمدیہ بھی بند مانتی ہے۔  
ہذا یہ چیز متنازع فیہ نہیں۔

تیسرا اصولی جواب یہ ہے کہ مودودی صاحب  
نے قاضی حیا من مٹ کی عبارت کا یوں ترجمہ کیا ہے۔  
(الف) ”آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد  
کوئی نبی آنے والا نہیں“

(ب) ”تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ  
کلام اپنے ظاہر مفہوم پر محمول ہے اس کے  
معنی و مفہوم میں کسی تاویل و تحصیل کی  
گنجائش نہیں“ (ختم نبوت ص ۲۶)  
لیکن اس کے باوجود مودودی صاحب نے جو باقی آیتیں  
اقوال پیش کئے ہیں ان میں سے پانچ قول مودودی صاحب  
کے الفاظ میں یوں ہیں۔

(۱) علامہ زرخشری (۱۷۱) تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:-

”ہیں کہوں گا کہ آپ کا آخری نبی ہونا  
اس معنی میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی  
شخص نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسیٰ  
علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو  
آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور  
جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمد  
کے پیرو اور آپ کے قبلے کی طرف  
نماز پڑھنے والے ہوں گے گویا کہ وہ  
آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہوں گے“

(رسالہ ختم نبوت ص ۲۵)

(۲) علامہ الفیاضی (۱۷۱) لکھتے ہیں:-

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت کا  
خاتمہ ہو گیا ہے اور آپ سب سے افضل نبی ہیں۔

نبی الانبیاء یعنی نبیوں کے شہنشاہ ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کے  
آنے میں روک نہیں۔ امتی نبی کے پیدا ہونے  
سے خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آسکتا  
کیونکہ ایسا نبی تابع شریعت محمدیہ ہوگا۔

مودودی صاحب کے پیش کردہ پہلا اصولی جواب  
اقوال کے اصولی جواب

یہ ہے کہ ان اقوال کا تعلق کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کا آنا بند  
ہے۔ اگر ایسا ایک قول بھی مودودی صاحب پیش کر سکتے  
ہوں تو ہماری طرف سے انہیں چیلنج ہے مگر وہ ایسا  
ہرگز نہیں کر سکتے۔

دوسرا اصولی جواب یہ ہے کہ آپ کے پیش کردہ  
اقوال میں خاتم النبیین یا حدیث لانیی بعدی کو پیش  
کر کے کہا گیا ہے کہ آئیں۔ نبوت بند ہے اور ہم پیش  
واضح حوالہ جات سے دکھا چکے ہیں کہ امت کے اس  
اجماع سے یہی مراد ہے کہ آنحضرت کے بعد شریعت  
والے اور مستقل نبی کا آنا بند ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ مودودی صاحب والے اقوال  
میں بھی جہاں جہاں نبوت کے بند ہونے کا ذکر ہے ہاں  
پر سب جگہ شریعت والی یا مستقل نبوت کا بند ہونا مراد

ایک فرد کی طرح ہوں گے۔ نہ ان کی  
طرف وحی (یعنی تشریحی وحی زناقل)  
آئے گی اور نہ وہ نئے احکام  
دیں گے بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔  
(رسالہ ختم نبوت ص ۲۹)

قارئین کرام! ہم نے یہ پانچوں حوالے جناب  
مودودی صاحب کے الفاظ میں اور انہیں کے کئے  
ہوئے ترجمے میں نقل کر دیئے ہیں۔ ان کا مشترک  
مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ کی آمد خاتمیت  
محمدیہ کے منافی نہیں کیونکہ وہ شریعت محمدیہ کے تابع  
ہوں گے۔ نئے احکام نہ دیں گے اور آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔ ان بزرگوں نے حضرت عیسیٰ  
کے نبوت سے معزول ہو جانے کو تسلیم نہیں کیا بلکہ بدستور  
نبی قرار دیا ہے۔ مگر یہ کہہ دیا ہے کہ وہ پہلے سے نبی  
ہیں نیز وہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے گویا انہوں  
نے خاتم النبیین کی تاویل و تخصیص کی ہے اور قاضی  
عیاض کے بیان کردہ معنوں ”آپ کے بعد کوئی نبی  
آنے والا نہیں“ کو جنہیں مودودی صاحب نے  
قطع و برید کے ساتھ پیش کیا ہے ظاہر پر محمول نہیں  
کیا۔ مودودی صاحب کا ان اپنے پیش کردہ بزرگوں  
پر خاتم النبیین کی تاویل کرنے اور اسے ظاہر پر محمول  
نہ کرنے کے باعث کیا فتویٰ ہے؟

پس ہمارا تیسرا اصولی جواب یہ ہے کہ جب  
مودودی صاحب کے پیش کردہ علماء برائمت اور منسرتین

”پہلے عیسیٰ تو وہ ان انبیاء میں سے  
ہیں جو آپ سے پہلے ہی بنائے جا چکے  
تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو  
شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر  
عمل کرنے والے کی حیثیت سے  
نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ کی  
امت کے افراد میں سے ہیں۔“  
(رسالہ ختم نبوت ص ۲۷)

(۳) علامہ میٹھاوی (ع ۱۸) لکھتے ہیں :-

”عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے بعد  
نازل ہونا اس ختم نبوت میں قاذح  
نہیں ہے کیونکہ جب وہ نازل ہونگے  
تو آپ ہی کے دین پر ہونگے۔“  
(رسالہ ختم نبوت ص ۲۷)

(۴) علامہ سیوطی (ع ۱۵) لکھتے ہیں :-

”عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو آپ  
کی شریعت ہی کے مطابق عمل  
کریں گے۔“ (رسالہ ختم نبوت ص ۲۷)

(۵) اسماعیل حقی (ع ۱۷) لکھتے ہیں :-

”عیسیٰ آپ سے پہلے ہی بنائے  
جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہونگے  
تو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پیرو کی حیثیت سے نازل ہونگے  
آپ ہی کے قبلے کی طرف رخ کر کے  
نماز پڑھیں گے۔ آپ کی امت کے

عاجز اور کاذب ثابت کرنے کے لئے اس سے طلب معجزہ باعث تکفیر نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص ۲۸۱)

(۲) علامہ ابن جریر البطری نے لکھا ہے ”جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھلے گا۔“ (ختم نبوت ص ۲۳)

الجواب۔ اس جگہ نبوت سے مراد تشریحی نبوت ہے۔ کیونکہ ابن جریر خود مسیح نبی اللہ کے آنے کے قائل تھے۔

(۳) ”امام ابن حزم وحی کو منقطع مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وحی نہیں ہوتی مگر نبی پر۔“

(ختم نبوت ص ۲۳)

الجواب۔ امام صاحب نے المحلی میں آیت خاتم النبیین کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اور اس آیت میں اجماع امت کے مطابق تشریحی نبیوں کی آمد کا انقطاع مذکور ہے۔ پس جو وحی بند ہوئی ہے وہ بھی تشریحی وحی ہے۔ ورنہ یہ تو واضح مسلمات میں سے ہے کہ مسیح موعود پر اللہ تعالیٰ وحی کرے گا۔ (صحیح مسلم)

(۴) امام غزالی علیہ الرحمۃ۔ مودودی صاحب نے ان کے نام پر ان کی کتاب ”الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۱۱۱“ کے حوالہ سے بطور ترجمہ عبارت ذیل وادین میں لکھی ہے۔

بھی آنے والے مسیح کو تابع شریعت محمدیہ نہ مانتے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ بھی مسیح موعود کو تابع شریعت محمدیہ امتی نہ مانتی ہے تو پھر جماعت احمدیہ پر سوائے اس کے کیا الزام عائد کیا جاسکتا ہے کہ جماعت احمدیہ امت محمدیہ میں سے آنے والے مسیح موعود کو مانتی ہے اور مودودی صاحب اور ان کے ساتھی اسراہیلی مسیح کی آمد کے منتظر ہیں مگر جہاں تک ختم نبوت کے باوجود مسیح موعود کی نبوت کا سوال ہے وہاں کے نظریہ میں اصولی اختلاف کوئی نہیں۔

مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال پر

### تفصیلی نظر

(۱) ”امام اعظم ابو حنیفہ نے اپنے زمانے کے مدعی نبوت سے علامت طلب کرنے کو بھی کفر قرار دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لافیتی بعدی فرمایا ہے۔“ (ختم نبوت ص ۲۳)

الجواب۔ وہ مدعی نبوت شریعت محمدیہ کو منسوخ کرنے کا مدعی تھا۔ چونکہ ایسا دعویٰ امت کے نزدیک لافیتی بعدی کے مرتجعات خلاف ہے ہے اسلئے علامت طلب کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ جو شخص نسخ قرآن کا مدعی ہوگا وہ کافر ہے اسلئے امام اعظم کا موقف ہمارے نزدیک درست ہے البتہ متاخرین نے کہا ہے کہ مدعی نبوت کو

”امت نے بالاتفاق اس لفظ (لا نبی بعدی) سے یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کسی نبی اور کسی رسول کے کبھی نہ آئے گا قریح فرما چکے ہیں اور یہ کہ اس میں کسی تاویل و تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب جو شخص اس کی تاویل کر کے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے اس کا کلام محض بکو اس ہے جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے کہ اس کی نہ تاویل کی جا سکتی ہے اور نہ وہ مخصوص ہے۔“ (رسالہ ختم نبوت ص ۲۴۲-۲۵)

**ایک سوال** | اس عبارت کو امام غزالی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس میں مودودی صاحب نے جس خطرناک علمی خیانت سے کام لیا ہے۔ اس کا ذکر کرنے سے پہلے ہم ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کی تاویل و تخصیص کرنا نص کی تکذیب ہے جس سے انسان فوراً کافر ہو جاتا ہے تو مودودی صاحب اس فصل کے شروع میں بیان کردہ حجراتوں کے بزرگ قائلین کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہم ذرا کھل کر پوچھتے ہیں کہ۔ (۱) امام علی القاری نے لکھا ہے کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ ایسا نبی نہ آئے گا جو انحضرت

کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔ کیا مودودی صاحب کے نزدیک (معاذ اللہ) امام علی القاری کا قرین؟ (۲) حضرت امام محمد طاہر نے فرمایا ہے کہ لا نبی بعدی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ ایسا نبی نہ آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ مودودی صاحب بتلائیں کہ وہ امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ کو مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

(۳) حضرت ابن العربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ لا نبی بعدی سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ ہے کہ کوئی نبی میری شریعت کے خلاف نہیں ہو سکتا بلکہ جب بھی آئے گا تو میری شریعت کے تابع ہو گا۔ مودودی صاحب بتائیں کہ کیا وہ حضرت رئیس الصوفیہ کو بھی کافر قرار دیتے ہیں؟

(۴) جناب ثواب صدیق حسن خان صاحب نے صاف لکھا ہے کہ۔

”لا نبی بعدی آیہ ہے جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرعاً ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔“ (اقراب الساعۃ ص ۱۱)

کیا مودودی صاحب ثواب صاحب بوصف بلکہ تمام اہل علم کو کافر قرار دیں گے؟ امید ہے کہ اس سوال پر غور کرنے سے جس کا دائرہ

بہت دُور تک جاتا ہے جناب مودودی صاحب  
کا جوش تکفیر رک جائے گا۔

مودودی صاحب کے نام چیلنج | حضرت امام غزالیؒ  
کی کتاب الاقتصاد

فی الاقتصاد کا مطالعہ ہمارے سامنے ہے ہم نے  
اسے بار بار پڑھا ہے ہمیں وہ کہہ کر تعجب آ رہا ہے کہ  
مودودی صاحب نے اس کے متعلق کس قدر دیدِ غیری  
سے کام لیا ہے۔ مودودی صاحب حضرت امام غزالی  
کی طرف سے یہ منسوب کر رہے ہیں کہ انہوں نے مذکور بالا  
سوال میں لافِ بے بعدی کی تاویل کرنے والوں کے  
متعلق لکھا ہے۔

”جیسی پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی  
امرانہ نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص  
کو بھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام  
امت کا اجماع ہے کہ اس کی تاویل  
کی جاسکتی ہے اور نہ وہ مخصوص ہے“

اس عبارت کی جان یہ فقرہ ہے کہ ”کیونکہ وہ اس  
نص کو بھٹلا رہا ہے“ مگر یہ فقرہ حضرت امام غزالی  
کی اصل عبارت میں سرے سے موجود ہی نہیں بلکہ صریح الفاظ  
اس کے برخلاف موجود ہیں۔ حضرت امام غزالی تحریر  
فرماتے ہیں کہ اگر کوئی لافِ بے بعدی یا خاتم النبیین  
کی یہ تاویل کرے کہ اولوا العزم پیغمبروں کی اس میں  
نقص ہے تو اگرچہ ہم اس تاویل کو درست نہ مانتے مگر  
ظاہر التشبیہ یعنی آیات منشا بہات کی ہم اس  
تاویل سے بھی بعید تر تاویلات کر چکے ہیں اور تاویل

کا یہ طریق ایسا ہے۔

ولم یکن ذلک مبطلًا

للنصوص۔

کہ اس سے کسی نص کا باطل ہونا لازم

نہیں آتا۔ (الاقتصاد ص ۱۱۱)

اسی صفحہ پر آگے فرماتے ہیں کہ۔

ولکن الرد علی هذا القائل

ان الامة فہمت بالاجماع

من هذا اللفظ ومن قرائن

احوالہ انه افہم عدم نبی

بعده ابدًا وعدم رسول

اللہ ابدًا وانہ لیس فیہ

تاویل ولا تخصیص فمنکر

هذا الا یكون الا منکر

الاجماع۔

ترجمہ۔ لیکن اس قائل کی تاویل کی تردید

میں کسی کا یہ کہتا کہ امت نے اس لفظ

اور اس کے قرائن حالات کے بالاجماع

یہی سمجھا۔ ہے کہ حضورؐ نے سمجھا دیا تھا کہ

آپ کے بعد کبھی بھی رسول اور نبی نہ

ہوگا اور اس میں کوئی تاویل و تخصیص

روا نہیں تو اس بات کا منکر زیادہ

سے زیادہ اجماع کا ہی منکر ٹھہرایا

جائے گا۔ (ص ۱۱۱)

ان دونوں عبارتوں کو پڑھنے کے بعد کوئی اہل علم



اس باب سے میں اختلاف نہیں کر سکتا کہ خواہ لاجبٹی بعد  
کی تاویل امام غزالی کے خیال کے مطابق کتنی پوری اور  
بے دلیل کیوں نہ ہو مگر امام صاحب کے نزدیک اس  
تاویل کا قائل نص کا منکر ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔  
اسے زیادہ سے زیادہ اجماع کا منکر ٹھہرایا جاسکتا  
ہم مودودی صاحب کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ حضرت  
امام غزالیؒ کی کتاب "الاقتصاد کے حوالہ میں سے وہ  
الفاظ پیش کریں جن کا ترجمہ انہوں نے "وہ اس  
نص کو جھٹلایا ہے" کیا ہے؟ ہم پوری تہی  
سے کہتے ہیں کہ مودودی صاحب ایسا فقرہ حضرت امام  
غزالیؒ کی عبارت سے پیش نہیں کر سکتے؟ باقی دیا اجماع  
کے منکر پر فتویٰ کا سوال۔ تو اسی جگہ مذکورہ عبارت  
سے پیشتر حضرت امام غزالیؒ لکھ چکے ہیں :-

من انكر وجود ابى بكر و  
خلافه لم يلزمه تكفيره  
لانّه ليس تكذيباً في اصل  
من اصول الدين مما يجب  
التصديق به بخلاف الحج  
والصلاة وادكان الاسلام  
ولسنا نكفره لمخالفة  
الاجماع فان لنا نظراً في  
تكفير النظام المنكر  
لاصل الاجماع لان الشبهة  
كثيرة في كون الاجماع حجة  
قاطعة۔

ترجمہ :- جو شخص حضرت ابو بکرؓ اور ان کی  
خلافت کا منکر ہو اس کو کافر ٹھہرانا لازم  
نہیں کیونکہ وہ اصول دین میں سے  
کسی ایسے اصل کو نہیں جھٹلایا جس کی  
تصدیق واجب تھی۔ برصاف حج نماز  
اور دیگر ارکان اسلام کے ہم کسی کو  
اجماع کی مخالفت کی وجہ سے کافر  
نہیں گردان سکتے ہمیں تو نظام کو بھی  
کافر قرار دینے میں تردد ہے جو سرے  
سے اجماع کا ہی منکر ہے۔  
..... کیونکہ ہمارے  
تذریک اجماع کو حجت قطعی قرار دینے  
میں بہت سے شبہات ہیں۔

(الاقتصاد ص ۱۱۲-۱۱۳)

حضرت امام غزالیؒ کا یہ نظریہ مودودی صاحب  
کے خیال اور طریق عمل کے صریح منافی ہے۔ مودودی صاحب  
لانجا بعدی اور خاتم النبیین کی تاویل کرنے والے  
سلف صالحین کو بھی نص کا منکر قرار دیکر بیباکی سے  
گردن زدنی ٹھہرانے میں بھی تامل نہ کریں گے حالانکہ امام  
غزالیؒ کے نزدیک ایسے مؤولین نص کے ہرگز منکر و متدار  
نہیں پاتے انہیں زیادہ سے زیادہ اجماع کا منکر ٹھہرایا  
جاسکتا ہے مگر اجماع کا منکر ہرگز کافر نہیں ہوتا۔ پس  
مودودی صاحب اور امام غزالیؒ کے نظریہ میں زمین و آسمان  
کا فرق ہے۔

ہماری وضاحت | ہمارے نزدیک امام غزالیؒ کے

نظریہ ہے۔ وحی سے مراد بھی اس عبارت میں مستقل اور تشریحی وحی ہے ایسے سب لوگ بلاشبہ بقول قاضی عیاضؒ کا فراور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے ہیں۔

ہماری پیش کردہ تشریح کی تائید خود قاضی عیاضؒ کی اس عبارت سے ہوتی ہے جو مودود کا صاحب کے پیش کردہ اقتباس سے ذرا پہلے یوں درج ہے۔

”فكذلك من ادعى نبوة  
احد مع نبينا صلى الله  
عليه وسلم او بعده كالحشر  
من اليهود والقائلين بخصم  
رسالته الى العرب“

کہ اسی طرح وہ لوگ ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں جیسا کہ یہودیوں عیسویہ فرقہ اور وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو صرف عرب کے لئے مخصوص قرار دیتے ہیں پس قاضی عیاضؒ کے نزدیک براہ راست نبی کا امکاں ماننا کسی تاویل کے ذریعہ یا آنحضرت کی نبوت کو عرب کے لئے مخصوص قرار دینا کفر ہے اور اس سے ہمیں بھی اختلاف نہیں۔

(۸) مودودی صاحب نے علامہ شہرستانی کا قول نقل کیا ہے کہ جو کہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہے بجز عیسیٰ علیہ وسلم کے۔ تو اس کے

”بیجوذان یبعث رسول بعد نبینا“ کہنے والوں کا مقصد یہ تھا کہ مستقل رسول آسکتا ہے اور ایسا خیال لقیبتا غلط اور صریح آیات کے خلاف ہونے کے باعث موجب کفر ہے اس خیال کے لوگوں کی تاویل بجز ہدیان کچھ نہیں مگر امتی نبی کا نظریہ نہ اس وقت واضح طور پر موجود تھا اور نہ ہی امام غزالی نے اس کے متعلق اس جگہ کچھ تحریر فرمایا ہے اس لئے امام غزالی کے قول کو جماعت احمدیہ کے خلاف پیش کرنا خود امام صاحب موصوف سے بھی بے انصافی ہے اور جماعت احمدیہ سے بھی۔ یا اس ہمد یاد ہے کہ سچے مسلمان کے لئے اصل سند خدا اور اس کے رسول کا ارشاد ہے دوسرے صلحا کا قول اسی صورت میں محبت ہے کہ وہ اللہ کے کلام کے مطابق ہو۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے موافق ہو۔ صالحین امت کا اسی مسلک پر اجماع ہے۔

(۵) امام بغوی صاحب معالم التنزیل کی عبارت میں ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا“ (رسالہ ختم نبوت ص ۲۵) سے مراد یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت لانے والا اور مستقل نبی نہ آئے گا۔

(۶) علامہ زحشری کے پیش کردہ قول پر بطور بالا میں جواب ورج ہو چکا ہے۔

(۷) قاضی عیاضؒ کی عبارت میں نبوت سے مراد مستقل اور براہ راست نبوت ہے جس میں جو صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا دخل نہ ہو یہی فلاسفہ اور غلامانہ

نے بھی ”ختم اللہ بہ النبوة فلا نبوة بعدہ ای ولاحہ“ میں اسی نبوت کی نفی فرمائی ہے جس کا حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر آپ سے علیحدہ ہو کر دعویٰ کیا جائے جیسا کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کی نبوت تھی اور یہ امر محال ہے نزدیک متنازع فیہ نہیں ہے۔

(۱۳) علامہ ابن کثیر کے قول کے ترجمہ میں کچھ نقطے دیکھو مودودی صاحب نے یوں درج کیا ہے:-  
”حضورؐ کے بعد جو شخص بھی اسی مقام کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مغزی، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنا والا ہے“  
لفظ ”اس مقام“ کا مشابہ الیہ نقطوں والے فقرات میں ہے جہاں علامہ موصوف نے مسیلمہ کذاب اور اسود غسی کا ذکر بطور مثال کیا ہے گویا علامہ موصوف بھی تشریحی نبوت کے مدعی کا ذکر فرما رہے ہیں اور اس نبوت تشریحی کی آئندہ کے لئے نفی فرما رہے ہیں۔

(۱۴) علامہ سیوطی کا قول کہ ”آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور عیسےؑ جب نازل ہوں گے تو آپ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے“ بتا رہا ہے کہ وہ آنے والے مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں اور چونکہ وہ شریعت محمدیہ کے مطابق عمل کرنے والا ہے اس لئے اس کی آمد کو غایت محمدیہ کے معنی میں نہیں سمجھتے۔ جہاں تک خاتم النبیین

کا فرہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے۔“ (ختم نبوت ص ۲۷)

جوا یا گزارش ہے کہ اقل تو اس میں آیتوں کے مسیحؑ کو بہر حال نبی تسلیم کیا گیا ہے دوسرے اس جگہ نبی سے مستقل نبی مراد ہے انتہی نبی کی نفی ہرگز مراد نہیں۔ علامہ شہرستانی نے اس کی وجہ یہ قرار دی ہے۔ لصحة نفي الامامة الحجة بكل هذا على كل احد۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس جگہ تشریحی نبوت کی نفی ہی مراد ہے۔

(۹) امام رازی کی نقل کردہ عبارت میں ”توضیح کا“ میں کوئی کسر ”رسالہ ختم نبوت ص ۲۷“ کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی مراد شروع نبی سے ہے تفسیر کبیر میں تکمیل الشریعہ کا لفظ ہے۔ اور نبوت تشریحی کے لفظ شروع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ ہم نے حضرت امام رازی کی ختم نبوت کے متعلق مفصل تشریح اپنے حوالجات میں اوپر درج کر دی ہے۔

(۱۰) امام بیضاوی کے قول پر شروع میں بحث ہو چکی ہے اس میں بھی صاف طور پر تشریحی نبوت کی نفی مراد ہے۔

(۱۱) امام نسفی کے قول پر بھی مفصل بحث فصل کے شروع میں ہو چکی ہے وہ امتی نبی کے آنے کو ناممکن نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ واضح طور پر حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی کو ایک تابین نبی کا آدھارتے ہیں۔

(۱۲) علامہ علاء الدین بغدادی صاحب غنیۃ خزائن

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی درج فرمائی ہے۔۔

لو كان عيسى حياً ما وصعه  
إلا اتباعي -

کہ اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ جس سے یہ ثابت ہے کہ آنے والا مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہوگا۔

(۱۴) مترصوی نمبر پر مودودی صاحب شیخ اسماعیل حق

صاحب تفسیر روح البیان کا قول درج کیا ہے جس میں انہوں نے خاتم النبیین کے ایک لغوی معنی ”مہر پیغمبران“ درج کئے ہیں پھر وہ حضرت مسیح کی بحیثیت نبی آمد ثانی کے قائل بھی ہیں کیونکہ بقول ان کے وہ نئے احکام نہیں دیں گے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے پس اس عبارت کے بعد ان کے قول میں جس نبوت کی نفی ہے وہ صرف شرعی نبوت ہے۔ وہ خود صراحت سے لکھتے ہیں

”فلم يبق إلا النبوة اللغوية“

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف لغوی نبوت باقی ہے۔ اس نبوت لغوی کو موقیانہ نبوة الولاية یا محض ولایت بھی لکھا ہے۔ مگر ان کے قول پر مجموعی نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت ہی نبوت سے دوشتاں کرانے لگے تھے جسے حضرت

کے معنوں کا اصولی سوال ہے علامہ سیوطی یہاں ہم عقیدہ ہیں۔ صرف اتنا اختلاف ہے کہ وہ آنے والے موعود کو عیسیٰ بن مریم اسرائیلی سمجھتے ہیں اور ہم اسے محمدی یقین کرتے ہیں۔

(۱۵) علامہ ابن نجیم کا قول الا شياہ والنظار

میں اس طرح ہے ”اذ لم يعرف ان محمداً آخر الانبياء فليس بمسلم“ جس سے یہی مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور کے ارشاد ”ان اخی آخر الانبياء“ و مسجدی آخر المساجد کے مطابق آخر الانبياء ماننا ضروری ہے ظاہر ہے کہ یہ امر جماعت احمدیہ کے نزدیک بھی قابل نزاع نہیں۔ آخر الانبياء کے معنوں پر مفصل بحث سابقہ فصل میں گزر چکی ہے۔

(۱۶) حضرت ملا علی قاری کا قول ”دعوى النبوة

بعد نبينا صلى الله عليه وسلم كغربا لاجماع“ (شرح فقہ اکبر) بھی تشریحی نبوت سے مخصوص ہے۔ کیونکہ حضرت ملا علی قاری خود تحریر فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ قرار دے اور آپ کا امتی نہ ہو۔ (موضوعات کبیرہ ص ۱۹)

ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ اسی شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر میں مثلاً پر ملا علی القاری

مسیح موعود علیہ السلام نے مہتمی نبوت یا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اسی قرار دیا ہے۔

(۱۸) اٹھارھویں نمبر پر مودودی صاحب نے فتاویٰ عالمگیری کے اس فقرہ کا ترجمہ کیا ہے "سمعت بعضهم يقول اذا لم يعرف الرجل ان محمداً صلى الله عليه وسلم اخر الانبياء عليهم وعلى نبينا السلام فليس بمسلم كذا في اليتيمة" (رسالہ ختم نبوت ص ۳۱)

ہم باریار وضاحت کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "انّی اٰخسر الانبياء و انّ مسجدی اخر المساجد" سے کیا مراد ہے۔ نیز یہ کہ اس کے مطابق ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ آپ کو آخر الانبياء یقین کرے۔

فتاویٰ عالمگیری کے اس حوالہ کے بعد کے اُس بیان سے بھی آخر الانبياء کی وضاحت ہو جاتی ہے جس میں لکھا ہے۔

ويجب اكفارا لنبيّة  
كلهم في قولهم يا متطلسار  
نبي من العجم منسوخ دين  
نبينا ومسيدها محمد  
صلى الله عليه وسلم۔

کہ فرقہ زیدیہ کو جو بلاؤ عجم سے  
ایسے نبی کا منتظر ہے جو ہم سے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو منسوخ  
کر دینا کا قرار دینا واجب اور  
ضروری ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲۸ ص ۲۸۳)  
مطبوعہ کانپور

پس اخرا الانبياء کا مفہوم فتاویٰ  
عالمگیری میں آخری صاحب شریعت نبی لیا  
گیا ہے۔ وھذا ما لا نزاع فيه  
بتاتاً۔

(۱۹) علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر فتح القدير میں  
تحریر فرمایا ہے:-

"انه صار كاختم لهم الذي  
يختتمون به ويتزيّنون  
بكونه منهم"

مودودی صاحب اس کا ترجمہ فرماتے ہیں:-  
"آپ ان کے لئے مہر کی طرح ہو گئے جس کے  
ذریعہ ان کا سلسلہ سر بھر ہو گیا اور اس کے  
شمول سے ان کا گروہ مزین ہوا۔" (ذوالہ  
ختم نبوت ص ۳۱)

عربی دان جانتے ہیں کہ "الذی یختتمون  
بہ" سے مراد اس جگہ یہی ہے کہ نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم جملہ انبیاء کے لئے مہر قرار پائے اور  
انہیں حضور کی مہر کے طفیل مقام نبوت عطا  
ہوا۔ آپ سب میں افضل قرار پائے۔ چنانچہ  
مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی لکھا ہے:-  
"بدین لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نبی

اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین  
ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے  
آپ کی مہر لگ کر ملی ہے۔  
(قرآن مجید مترجم علامہ عثمانی زیر ایت  
خاتم النبیین)

پس خاتم النبیین کی مہر نبیوں کو ختم کرنے  
یا بند کرنے کے لئے نہیں تھی بلکہ اس لئے تھی کہ  
اس مہر کے لگنے سے انہیں نبوت ملے۔ بغیر  
خاتم النبیین کی مہر کے ان کی نبوت یا نبوت  
کو نہیں پہنچ سکتی تھی۔

(۲۰) اس نمبر پر علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی سے  
خاتم النبیین کے معنی مودود کا صاحب نے نقل  
کئے ہیں مگر اسی جگہ یہ بھی درج ہے کہ آخری  
زمانہ میں حضرت مسیح کی آمد بحیثیت نبی ایک مسلمہ  
عقیدہ ہے۔ نیز امت محمدیہ کے افراد پر نازل  
ملائکہ کا بھی ذکر ہے۔ ان کے الہامات کا  
بھی اجمالی تذکرہ ہے۔ بالآخر علامہ آلوسی نے  
یہ بھی تحریر کیا ہے کہ بعض لوگ آنے والے مسیح  
پروہی کے نزول کی نفی کرتے ہیں۔ مگر امام ابن حجر  
الہیثمی نے فرمایا ہے ”نعم یوحیٰ رُکبہ علیہ  
السلام روحاً حقیقیہ“ (روح المعانی  
جلد ۷ ص ۶۱) کہ مسیح پر بعد نزول حقیقی وحی ہوگی۔  
پھر خود علامہ آلوسی لکھتے ہیں :-

”لَعَلَّ مَنْ دَخَلَ الْوَحْیَ عَنْهُ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ نَزُولِهِ“

اِذَا دَخَلَ الْوَحْیَ التَّشْرِیْعَ وَمَا ذَكَرَ  
وَحْیًا لَا تَشْرِیْعَ فِیْهِ  
(روح المعانی جلد ۷ ص ۶۱)

کہ جنہوں نے مسیح کے نزول کے بعد  
ان پر وحی کے نازل ہونے کی نفی کی  
ہے غالباً ان کی مراد تشریعی وحی  
ہے اور جو وحی مسیح موعود کے لئے  
حدیثوں میں مذکور ہے وہ تشریعی وحی  
نہیں ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ علامہ آلوسی تیرھویں  
صدی کے آخری حصہ کے مفسر ہیں۔ تاہم وہ آنے والے  
مسیح موعود کے لئے نبوت اور وحی غیر تشریعی کے قائل  
تھے اور اسے خاتمت محمدیہ کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔

**ایک فضیلہ کن طریق** | ایسے تمام مفسرین جو حضرت  
مسیح نامہ صری علیہ السلام کی آمد  
ثانی کے قائل ہیں اور انہیں تابع شریعت محمدیہ نبی  
منسب ہیں ان کے اقوال حیات مسیح کی تائید میں تو پیش  
کئے جاسکتے ہیں مگر انہیں ختم نبوت کے معنوں کی تعبیر  
میں پیش کرنا خود تاویل کا دروازہ کھولنا ہے۔ ایسے  
سب لوگ خاتم النبیین کی تاویل و تخصیص کے قائل  
ہیں۔ وہ مسیح موعود کو تابع شریعت محمدیہ قرار دے کر  
اس کے آنے کو خاتمت محمدیہ کے خلاف نہیں سمجھتے۔ پس  
ایسے تمام بزرگ خاتمت محمدیہ کے معنوں کے سلسلہ میں  
اصولی طور پر ہم سے متفق ہیں۔ ان کا ہم سے صرف  
شخص موعود کی تعبیر میں اختلاف ہے مگر اس کے

منصب اور مقام میں کوئی اختلاف نہیں۔ مودودی صاحب کا ایسے سوالہ جات کو پیش کرنا دراصل اپنے دعویٰ "لا قادیل ولا تخصیص" کی تردید کرنا اندر ہی صورت فیصلہ کا طریقہ یہاں ہے۔ کہ خاتمیت نبوت محمدیہ کے معنی تو یہ تسلیم کر لئے جائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لائے والا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہر قرن اور ہر ملک کے صلحاء بیان کرتے آئے ہیں۔ باقی اس امر کا پہلے قرآن مجید کی فصوص سے فیصلہ کر لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جسمانی طور پر زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں۔ اگر وہ زندہ ثابت ہو جائیں تو مودودی صاحب اور ان کے ہم خیال سچے قرار پائیں گے اور اگر حضرت مسیح وفات پا چکے ہوں تو جماعت احمدیہ کا حق پر ہونا بالبداهت ثابت ہو جائے گا اور احادیث کے الفاظ کو قرآن مجید کے تابع کر کے ان کی تاویل کی جائے گی۔ کیا ہمارے مخالفین کو یہ طریق فیصلہ منظور ہے؟

**اقوال بزرگان سلف کے متعلق**  
مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال بزرگان مودودی صاحب کا طریقہ

جاچکی ہے اور بتایا جا چکا ہے کہ ان میں اتنی نبوت کی ہرگز نفی نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ایک افسوسناک امر ہے کہ بزرگان سلف کی تعبیرات کو اپنی ذات میں مودودی صاحب قابلِ بحث نہیں سمجھتے۔ مگر عامۃ الناس کی بہانے فائدہ اٹھانے کے لئے انہوں نے اپنے کتابچے میں بہت سے اقوال

درج کر دیئے ہیں اور پھر ان سے وہ استدلال کیا ہے جو نادرست ہے۔ مودودی صاحب لکھ چکے ہیں کہ اگر "میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگانِ سلف کے خیالات اور کاموں پر بے لگ تحقیق و تنقید کا نگاہ ڈالتا ہوں جو کچھ ان میں حق پاتا ہوں اسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتابِ سنت کے لحاظ سے یا حکمتِ علی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا اس کو صاف صاف نادرست کہتا ہوں۔"

(رسائل و مسائل ص ۵۵)

علیٰ طور پر مودودی صاحب اس طریقہ "پر گامزن نظر نہیں آتے۔ امام غزالی اور امام قرطبی میں تضاد" اصل کے مطابق کا امتحان ہو جاتا ہے۔ قارئین پڑھ چکے ہیں کہ مودودی صاحب نے امام غزالی کی کتاب الاقتصاد کے بارے کو غلطاً گمراہ اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور اس پر بہت زور دیا ہے مگر علامہ القرطبی اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں:-

وما ذكره الغزالي في هذه الآية وهذا المعنى فذكر به الذي مما بالاقتصاد الحاد عندى و تطرق خبيث في تشویش عقيدة المسلمين في ختم محمد صلى الله عليه وسلم النبوة فالحذر والحذر منه (الجامع لاحكام القرآن جلد ۱۳ ص ۱۹۶-۱۹۷)

کہ امام غزالی نے اپنی کتاب الاقتصاد میں آیت خاتم النبیین کے معنی کے متعلق جو لکھا ہے وہ میرے نزدیک الحاد ہے اور ختم نبوت محمدیہ کے بارے میں مسلمانوں کے عقیدہ کو مشوش کرنا خبیث طریقہ ہے اس پر چاہئے۔

امام غزالی اور امام قرطبی میں تضاد اصل کے مطابق کا امتحان ہو جاتا ہے۔ قارئین پڑھ چکے ہیں کہ مودودی صاحب نے امام غزالی کی کتاب الاقتصاد کے بارے کو غلطاً گمراہ اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور اس پر بہت زور دیا ہے مگر علامہ القرطبی اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں:-

# فصل مفتاح

## لغت کی رو سے خاتم النبیین کے معنی

اضافی ہے۔ ابن کے معنی بیٹے کے ہیں اور السبیل راستہ کو کہتے ہیں۔ ابن السبیل کا لفظی ترجمہ ”راستے کا بیٹا“ ہوگا۔ مگر کیا مرکب اضافی ’ابن السبیل‘ کے معنی اسی طرح بیان کئے جائیں گے یا ابن السبیل سے مراد مسافر لیا جائے گا؟ یہ مثال خاتم النبیین پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتی۔ کیونکہ خاتم النبیین میں مضاف الیہ صاحب کمال افراد کی جماعت ہے اور اس مرکب اضافی (خاتم النبیین) کا مرور کو نہیں صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق بطور مدح ہے۔ مدح بھی وہ کہ جس سے بڑھ کر آپ کی مدح قرآن مجید میں آکر نہیں بیان نہیں ہوئی۔

علماء کا سطحی اسلوب بیان | عربی زبان کی وسعت اور اس کی لطافت اور

اس کے مرکبات کے معنی کی ندرت اور ہمہ گیری سے ناواقف علماء خاتم النبیین کے معنوں کا تعین کئے گئے۔ اس قسم کا اسلوب بیان اختیار کرتے رہے ہیں کہ۔

”ختم کے اہل معنی مہر لگانے، بند

کرنے اور کسی چیز کا سلسلہ منقطع کر دینے

کے ہیں۔ ختم الاموال کے معنی ہیں

برتن کا منہ بند کر دیا۔ ختم العمل

خاتم النبیین مرکب اضافی | قرآن مجید احادیث نبویہ، صحابہ کرام بطور مدح استعمال ہوا ہے اور بزرگان سلف

کے بیانات سے خاتم النبیین کے معنی بیان ہو چکے ہیں۔ اس تفصیل میں ضمن لغت کا بھی ذکر آیا ہے۔ مگر یہ فصل خاص لغت کے رو سے خاتم النبیین کے معنوں کی تعیین کے لئے ہے۔

لغت سے مراد عربی زبان ہے جس میں مفردات اور مرکبات کا استعمال شامل ہے۔ تو ایسے یا کتب لغت کا اصل کام مفرد الفاظ کے معانی بیان کرنا ہے۔ مرکب کے اصل معنی کی تعیین عربی زبان کے محاورات سے ہوا کرتی ہے۔

لفظ خاتم النبیین مرکب اضافی ہے۔

لفظ خاتم مضاف ہے اور النبیین مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی (خاتم النبیین) لغت، محاورہ اور مذہب کی ساری تاریخ میں صرف ایک مرتبہ اور صرف ایک ہی وجود باوجود (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مرکب اضافی کے معنوں کی تعیین کے صحیح طریق کی وضاحت کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ ”ابن السبیل“ ایک مرکب



کے معنی ہیں کام پورا کر کے اس سے فارغ ہو گیا۔ ختم الکتاب کے معنی ہیں خط پورا کر کے اس پر قلم لگا دی خود قرآن میں منکرین حق کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ختم اللہ علی قلوبہم خدا نے ان کے دلوں پر قلم لگا دی ہے یعنی ان کے دل قبول حق کے لئے بند کر دیئے گئے ہیں۔ نہ ایمان ان کے اندر جا سکتا ہے نہ کفر ان میں۔ سے نکل سکتا ہے۔ پس حضور کو خاتم النبیین کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ مکمل کر کے آپ کو اس پر قلم کے طور پر نصب کر دیا ہے اب اس سلسلہ میں کوئی نیا نبی داخل نہیں ہو سکتا۔ (رسائل و مسائل ص ۲)

مولانا مودودی صاحب نے یہ کلمات ایک سائل کے جواب میں ۱۶ اپریل ۱۹۵۵ء کو طاقان سے لکھے تھے اور آج بھی رسالہ ختم نبوت جلد ۱ پر مولانا نے ہو چوپی انداز استدلال اختیار فرمایا ہے۔

ایک غیر احمدی کا معقول سوال آپ کو شاید اندازہ نہ ہو کہ جناب مودودی صاحب نے رسائل و مسائل ص ۲ کے الفاظ کس سوال کے جواب میں لکھے ہیں اسلئے پہلے وہ سوال پڑھ لیجئے۔ لکھا ہے:-

”مرزائی حضرات لفظ خاتم کے

معنی نفی کمال کے لیتے ہیں نفی جنس کے نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خاتم کا لفظ کہیں بھی نفی جنس کے ساتھ استعمال نہیں ہوا اگر ہوا ہو تو مثال کے طور پر بتایا جائے ان کا پہنچ ہے کہ جو شخص عربی لغت میں خاتم کے معنی نفی جنس کے دکھا دے اس کو انعام ملے گا نفی کمال کی مثالیں وہ یہ دیتے ہیں کہ مثلاً کسی کو خاتم الانبیاء کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ولایت اس پر ختم ہو گئی بلکہ حقیقی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ولایت کا کماں اس پر ختم ہوا اقبال کے اس فقرے کو بھی وہ نظیر میں پیش کرتے ہیں:-

آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جہاں آباد

میں اس کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا

بلکہ یہ ہے کہ وہ جہاں آباد کا آخری شاعر

بالکمال شاعر تھا۔ اسی قاعدے پر وہ

خانم انبیین کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت ختم

ہو گئے نہ یہ کہ خود نبوت ہی ختم ہو گئی۔

(رسائل و مسائل ص ۲)

قارئین کرام! آپ خدا مگتی کہیں کہ کیا اس بیٹیف پرمحیٰ اور باریک استدلال کا از روئے لغت وہی جواب ہونا چاہیئے جو مودودی صاحب نے اوپر کی سطور میں دیا ہے؟

## جماعت احمدیہ کا چیلنج

غیر احمدی سائل نے اپنے سوال میں جماعت احمدیہ کے جس چیلنج کا ذکر کیا ہے وہ یوں ہے کہ عربی زبان میں اور اس کے محاورات میں جب کبھی خاتم النبیین کے طریق پر کوئی مرکب اضافی کسی کی طرح میں استعمال ہوا ہے جس کی عربی زبان میں بہت سی مثالیں موجود ہیں تو ایسے مرکب اضافی کے معنی ہمیشہ اس جماعت مضاف الیہ کا اعلیٰ، کمال اور انتہائی فضل فرد کے ہوتے ہیں اور وہ فرد اپنے کمال میں بے مثال اور عظیم النظیر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے استعمالات کی کم و بیش چالیس مثالیں جو ہم نے یہاں اپنے ملک میں اور بلاد عربیہ میں بھی بار بار شائع کی ہیں حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ الخاتم شاعر کو خاتم مرکب اضافی کی مثالیں

(وفیات الاعیان جلد اول)

۲۔ ابو الطیب کو خاتم الشعراء کہا گیا ہے۔

(مقدمہ دیوان المتنبی مصری ص ۱)

۳۔ ابو العلاء المعری کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے۔

(سوال مذکورہ حاشیہ ص ۱)

۴۔ شیخ علی حزیں کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھے

ہیں۔ (حیات سعدی ص ۱۱)

۵۔ حبیب شیرازی کو ایران میں خاتم الشعراء سمجھا جاتا

ہے۔ (حیات سعدی ص ۸)

۶۔ حضرت علی خاتم الاولیاء ہیں۔ (تفسیر مافی سوزہ ج ۱)

۷۔ امام شافعی خاتم الاولیاء تھے۔

(التحفة المستنیر ص ۲۵)

۸۔ شیخ ابن العربی خاتم الاولیاء تھے۔ (مشرق و مغرب ص ۱۱۱)

۹۔ کافور خاتم الکرام تھا۔ (شرح دیوان المتنبی ص ۱۲)

۱۰۔ امام محمد عبیدہ مصری خاتم الامم تھے۔ (تفسیر الغامض ص ۱۳)

۱۱۔ السید احمد السنوسی خاتمة المجاہدین تھے۔

(اخبار الجامعة الاسلامیة فلسطین ۲۷ محرم ۱۳۵۲ھ)

۱۲۔ احمد بن ادبیس کو خاتمة العلماء المحققین کہا گیا

ہے۔ (العقد النفیس)

۱۳۔ ابو الفضل الاولیٰ کو خاتمة المحققین کہا گیا ہے

(سردرق تفسیر روح المعانی)

۱۴۔ شیخ الازہر سلیم العسری کو خاتم المحققین

قرار دیا گیا ہے۔ (الحواب ص ۲۷)

۱۵۔ امام سیوطی کو خاتمة المحققین لکھا گیا ہے۔

(سردرق تفسیر آتقان)

۱۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو خاتم المحدثین

لکھا جاتا ہے۔ (عجالة نافع جلد اول)

۱۷۔ شیخ شمس الدین خاتمة الحفاظ تھے۔

(التحریر الکبریٰ ص ۲۷)

۱۸۔ ربیع بڑا ولی خاتم الاولیاء ہوتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۲)

۱۹۔ ترقی کرتے کرتے ولی خاتم الاولیاء بن جاتا ہے۔

(فتوح الغیب ص ۳۳)

۲۰۔ شیخ بخیت کو خاتمة الفقہاء مانا جاتا ہے۔

(اخبار الصراط المستقیم ص ۲۷ ربیع ۱۳۵۲ھ)

۲۱۔ شیخ رشید رضا کو خاتمة المفسرین قرار دیا

گیا ہے۔ (الجامعة الاسلامیہ و جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

۲۲۔ شیخ عبدالحی صاحب خاتمة الفقهاء تھے۔

(تفسیر الاکلیل سرورق)

۲۳۔ شیخ محمد نجیب خاتمة المحققین تھے۔

(الاسلام مصر۔ شعبان ۱۳۵۲ھ)

۲۴۔ افضل ترمین ولی خاتم الولايت ہوتا ہے۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۷)

۲۵۔ شاہ عبد العزیز صاحب خاتم المحدثین

والمفسرین تھے۔ (بدیۃ الشیخ ص ۴)

۲۶۔ انسان خاتم المخلوقات الجسمانیہ ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۲۲ مطبوعہ مصر)

۲۷۔ شیخ محمد بن عبد اللہ خاتمة الحفاظ تھے۔

(الرسائل النادرة ص ۳)

۲۸۔ علامہ سعد الدین تغتاوی خاتمة المحققین

تھے۔ (شرح صحیث الاربعین ص ۱)

۲۹۔ ابن حجر العسقلانی خاتمة الحفاظ ہیں۔

(طبقات المدین سرورق)

۳۰۔ مولوی محمد قاسم صاحب کو خاتم المفسرین لکھا گیا۔

(امراء قرآنی ٹائٹل بیچ)

۳۱۔ امام سیوطی خاتمة المحدثین تھے۔

(بدیۃ الشیخ ص ۲۱)

۳۲۔ بادشاہ خاتم الحکام ہوتا ہے (تجۃ الاسلام ص ۲۵)

۳۳۔ آنحضرت صلعم خاتم الکالمین تھے۔ ( )

۳۴۔ انسایت کا مرتبہ خاتم المرآت ہے اور آنحضرت

صلعم خاتم الکمال ہیں۔ (علم الکتاب ص ۱۴)

۳۵۔ حضرت عیسیٰ خاتم الانبیاء صلی علیہ وسلم

ہیں۔ (بقیۃ المتقدمین ص ۱۸)

۳۶۔ حضرت علیؑ خاتم الاوصیاء تھے۔ (منزل اہدیٰ ص ۱۰۶)

۳۷۔ رسول مقبول صلعم خاتم المعلمین تھے۔

(الصراط السوی مصنف علامہ محمد سیطین)

۳۸۔ شیخ الصدوق کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔

(کتاب من لا یحضرہ الفقیہ)

۳۹۔ عقلی انسانی علیات الہیہ وجود زندگی اور قدرت

کی خاتم الخلق ہے (تفسیر کبیر از دی جلد ۲ ص ۱۲)

۴۰۔ ابو الفضل شہاب الاولیٰ کو خاتمة الابرار

لکھا ہے۔ (سرورق روح المعانی)

۴۱۔ صاحب روح المعانی نے شیخ ابراہیم الکوردانی

کو خاتمة المتأخرین قرار دیا ہے۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۵ ص ۴۵)

۴۲۔ مولوی انور شاہ صاحب کا شمیری کو خاتم المحدثین

لکھا گیا ہے۔ (کتاب رئیس الاسرار ص ۹)

۴۳۔ مولانا قاضی محمد طیب صاحب ہستم مدرسہ دیوبند

لکھتے ہیں:-

”آپ ہی منتہائے علوم ہیں کہ آپ

ہی پر علوم کا کارخانہ ختم ہو جاتا ہے اسلئے

آپ کو خاتم الانبیاء بنایا گیا ہے۔“

(شان رسالت ص ۴)

ان استعمالات سے ظاہر ہے کہ اہل عرب

اور دوسرے محققین علماء کے نزدیک جب بھی کسی

ممدوح کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم المؤمنین

یا خاتم المفسرین کہا جاتا ہے تو اس کے معنی بہترین شاعر

سب بڑا فقیہ، سب بلند مرتبہ محدث یا مفسر کے ہوتے ہیں۔

مؤدوی صاحب کی طرف سے  
جناب مؤدوی صاحب  
ان محاورات عربیہ کے  
جواب میں اپنے تازہ سالہ

ختم نبوت میں تحریر کرتے ہیں کہ:-

”منکرین ختم نبوت (؟) خدا کے  
دین میں نقب لگانے کے لئے لعنت  
کو چھوڑ کر (؟) اس بات کا سہارا  
لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص  
کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء  
یا خاتم المفسرین کہنے کا مطلب یہ  
نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا  
گیا ہے اس کے بعد کوئی شاعر یا  
فقیہ یا مفسر پیدا نہیں ہوا بلکہ اس  
کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن  
کے کمالات اس شخص پر ختم ہو گئے  
حالانکہ مبالغے کے طور پر اس طرح کے  
القاب کا استعمال یہ معنی ہرگز نہیں  
رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم  
کے اصل معنی ہی کامل یا افضل  
کے ہوجائیں اور آخری کے معنی میں  
یہ لفظ استعمال کرنا سرے سے غلط  
قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص  
کہہ سکتا ہے جو زبان کے قواعد سے

ناداقت ہو“ (صلا)

جناب مؤدوی صاحب کے جواب پر تبصرہ  
گو یا مؤدوی  
صاحب کو یہ  
تو تسلیم ہے کہ خاتم الشعراء یا خاتم المفسرین وغیرہ مرکب  
لفظ کے ہی معنی ہوتے ہیں کہ شخص موصوف پر اس فن کے  
کمالات ختم ہو گئے اور وہ اس گروہ یا جماعت کا افضل  
فرد ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا  
کہ آخری کے معنی میں لفظ خاتم کا استعمال سرے سے  
غلط قرار پایا جائے۔

ہم اسے نزدیک مولانا مؤدوی صاحب کی  
یہ بھول بے کیونکہ خاتم الشعراء اور خاتم المفسرین  
وغیرہ مرکبات مدح میں آخری کا تعریفی مفہوم ہی ہوتا  
ہے جو علامہ اقبال کے قول ”آخری شاعر جہاں آباد  
کا خاموش ہے“ میں مراد لیا گیا ہے اور جس کا ذکر اوپر  
”مسائل و مسائل ص ۳۳“ کے حوالہ میں ہو چکا ہے۔ مولانا پر  
واضح رہنا چاہیے کہ لفظ خاتم عربی لغت میں بطور مدح  
بھی استعمال ہوتا ہے اور محض بیان تازینج کے لئے بھی۔  
(بیان تازینج کی صورت میں تاخر زمانی مراد ہو سکتا ہے۔)

مگر مقام مدح پر استعمال شدہ ”خاتم“ کا مفہوم یہی  
ہوتا ہے کہ شخص موصوف اس کمال میں انتہا کو پہنچا  
ہوا ہے۔ اس کی مانند کوئی دوسرا نہیں ہے۔ محض زمانی  
تقدم و تاخر کا بیان مقام مدح پر نہیں ہوتا۔ ہم نے عربی  
زبان کے محاورات و استعمالات کے استقراء کے  
بعد یہ اعلان کیا ہے کہ سب سے زیادہ خاتم صاحب کمال  
افراد کے جو عربی حرف مصافحہ اور مقام مدح پر

طور پر نصب کر دیا ہے۔ اب اس سلسلہ میں کوئی نیابتی دخل نہیں ہو سکتا۔ (رسائل و مسائل ص ۳۲) مولانا کا تازہ ارشاد ہے کہ:-

(۲) ”عربی لغت و محاورے کی دوسری خاتم کے معنی ڈاکھانے کی مہر کے نہیں ہیں جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں بلکہ اس سے مراد وہ مہر ہے جو لغات پر اسلئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔“

(کتا بچہ ختم نبوت ص ۱۲)

ان دونوں اقتباسات میں مودودی صاحب نے صاف طور پر خاتم کے معنی مہر تسلیم کر لئے ہیں۔ اب خاتم النبیین کے معنی ”نبیوں کی مہر“ مسلم ہو گئے حالانکہ مودودی صاحب کتابچہ کے مشہور ”نبیوں کی مہر“ معنی کرنے کو ”فتنہ و عظیم“ کی بنیاد قرار دے چکے ہیں۔ علیٰ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

دوسری بات یہ کہ اس مہر کا تجربہ پہلے اقتباس میں یہ بتلایا ہے کہ ”اب اس سلسلہ میں کوئی نیابتی دخل

استعمال ہو جیسا کہ خاتم الاولیاء خاتم الشعراء، خاتم المفسرین، خاتم المحدثین، خاتمہ الائمة خاتم المجتہدین اور خاتم النبیین میں ہے تو اسکے معنی صرف اور صرف یہ ہوتے ہیں کہ اس مرکب اضافی کا موضوع اپنے معنات الیہم کا اعلیٰ و افضل فرد ہے کوئی دوسرا اس کے درجہ اور پایہ کا نہیں۔ یہ لغوی مفہوم ہے جو اس مرکب اضافی کا ہوتا ہے (۱) لہٰذا اس کے اعلیٰ اور افضل ہونے سے اس کی مانند یا اس کے برابر ہونے کی نفی خود بخود لازم آتی ہے) اس قاعدہ کے خلاف ایک مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ہاں استعمال کرتے والا اگر علم غیب نہیں رکھتا تو اس کا یہ استعمال بالوغہ کے طور پر ہوگا اور اگر علم غیب رکھتا ہے تو حقیقت اور حقیقت ٹھہرے گا۔ مرکب اضافی کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ظاہر ہے کہ اس واضح قاعدہ استقرائے مقابلہ پر ختم الانام، ختم الکتاب، ختم العمل یا ختم اللہ علیٰ قلوبہم کو بطور مثال وہی شخص پیش کرے گا جسے عربی زبان کا علم اور ذوق عطا نہیں ہوا۔

خاتم بمعنی مہر کا اعتراف  
جناب مولانا مودودی صاحب

فرماتے ہیں:-

(۱) ”حضور کو خاتم النبیین کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ مکمل کر کے آپ کو اس پر مہر کے

۱۔ الفرقان، یعنی بقول مودودی صاحب نبی تو بعد لغات کے اندر میں اور آنحضرت صرف لغات پر نہیں گویا معاذ اللہ آپ انبیاء میں شامل ہی نہیں۔“

وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین پھرا  
یعنی آپ کی بیروی کمالات نبوت  
بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی  
نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسہ  
کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

(حقیقۃ الوحی ص ۹ حاشیہ)

گویا اب سارا جھگڑا اس پر اٹھ رہا کہ رسول پاک  
صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مہر ہیں یا نہیں جسے لگا کر خطوط  
(یعنی نبی) جاری کئے جائیں؟

مہر کی نوعیت کی تعیین | اس جھگڑے کو طے کرنے  
کے لئے دو شہادتیں | کے لئے ہم اس جگہ صرف  
دو شہادتیں پیش کرتے

ہیں۔ پہلی شہادت جناب مولوی شبیر احمد صاحب  
عثمانی ”شیخ الاسلام“ پاکستان کی ہے لکھتے ہیں:-

”بدین لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ربی

اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین

ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ

کی مہر لگا کر ملی ہے۔“ (قرآن مجید

مترجم علامہ عثمانی زیر آیت خاتم النبیین)

کتنی واضح اور بدیہی شہادت ہے۔ کیا اب بھی  
مودودی صاحب انکار کریں گے؟

دوسری شہادت۔ امام رابع اصغہانی

اپنی اعلیٰ ترین لغت قرآن ”المفردات“ میں

لے مولوی محمد شفیع صاحب راجی معنی دار علوم دیوبند (باقی صفحہ پر)

نہیں ہو سکتا“ اور دوسرے اقتباس میں نتیجہ یوں مذکور  
ہے کہ ”نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی  
کوئی چیز اندر جائے۔“ اب اس جگہ یہ سوال ابھر کر  
سامنے آگیا ہے کہ جب آنحضرتؐ ایسی مہر ہیں کہ اندر کی  
کوئی چیز بھی باہر نہیں آ سکتی تو بتلایا جائے کہ حضرت  
مسیح بن مریم کس طرح باہر آجائیں گے کیا ان پر آنحضرتؐ  
کی یہ مہر نہیں لگی تھی؟ کیا مودودی صاحب اس  
سوال کا جواب دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں قطعاً نہیں۔

آنحضرتؐ کس قسم کی مہر ہیں | اوپر کے دوسرے  
اقتباس سے تو قریباً

فیصلہ ہی ہو گیا ہے۔ مودودی صاحب اس حد تک  
جماعت احمدیہ سے اتفاق کر چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے

معنی ”نبیوں کی مہر“ درست ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ مہر  
دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک ڈاک خانے کی مہر جسے لگا

لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں“ دوسری لفافے  
والی مہر جو لفافے پر اسلئے لگائی جاتی ہے کہ نہ

اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز  
اندر جائے۔“

مولانا لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ مہر تو ہیں مگر وہ  
مہر نہیں ہیں جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں۔

حضرت باقی وسلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-  
”اللہ جل شانہ نے آنحضرتؐ صلی اللہ

علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنا یا یعنی آپ  
کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دیا جو

کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی

لکھتے ہیں:-

”الختم والطبع يقال على وجهين، مصدر ختمت وطبعته وهو تاشير الشيء كنقش الخاتم والطابع والثاني الاثر الحاصل من النقش ويتجوزر بذلك تارة في الاستيثاق من الشيء والمنع منه اعتباراً بما يحصل من المنع بالختم على الكتب والابواب نحو ختم الله على قلوبهم وختم على سمعه وقلبه وتارة في تحصيل اثر عن شيء اعتباراً بالنقش الحاصل وتارة يعتبر منه بلوغ الآخر منه قيل ختمت القرآن اي انتهيت الى آخره“ (زیر لفظ ختم)

ترجمہ:- لفظ ختم اور طبع دو طرح اشمال ہوتا ہے (۱) ختمت اور طبعته (فعل) کے مصدر کے طور پر یعنی کسی چیز کا اثر پیدا

لکھتے ہیں:- ”یہ کتاب امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ کی وہ عجیب تصنیف ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ خام قرآن مجید کی لغات کو عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے شیخ جلال الدین سیوطی نے اتفاق میں فرمایا ہے کہ لغات قرآن میں اس سے بہتر کتاب ہر تک تصنیف نہیں ہوئی۔“ (ختم النبوة فی القرآن ص ۱۲)

کرنا مثلاً مہر یا انگوٹھی کا نشان پیدا کرنا (۲) نقش کرنے سے حاصل ہونے والا نشان بھی ختم کہلائے گا۔ دروازوں اور نصوص پر مہر لگا دینے سے روکنے کا جو مفہوم پیدا ہوتا ہے اس کا اعتبار کرتے ہوئے لفظ ختم کئی دفعہ کسی چیز کو مضبوط طور پر باندھنے اور روکنے کے لئے بھی بطور مجاز استعمال ہوتا ہے جیسے ختم اللہ علی قلوبہم اور ختم علی سمعہ وقلبہ میں ہوتا ہے پھر حاصل شدہ نقش کے اعتبار سے لفظ ختم اثر پیدا کرنے کے مفہوم میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی اس لفظ سے آخر تک پہنچنے کا مفہوم بھی مجتہد ہوتا ہے کہتے ہیں ختمت القرآن جس کے معنی ہیں کہ میں اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

اس علمی حوالہ پر اہل علم اصحاب کو دعوت تحقیق دی جاتی ہے۔ اس میں امام راغب نے لفظ ختم کو اثر پیدا کرنے اور پیدا شدہ اثر کے معنی میں اصل اور بالذات قرار دیا ہے اور بند کرنے، روکنے، آخر تک پہنچنے اور تحصیل اثر کے معنوں کو اعتباری اور ثبوتی قرار دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ سب اہل علم جانتے ہیں کہ مادی چیز کے آخر تک پہنچنے اور معنوی وصف اور کمال کے آخر تک پہنچنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نبوت کے ختم سے بلوغ آخر والے معنوں کے رو سے بھی نبوت کاملہ کا حصول مراد ہوگا اور خاتم النبیین تو یقیناً وہ مہر ہے جو

اپنی تاثیرات قدسیہ کے دس ہزاروں لاکھوں  
آسمانوں و مہمانیہ پیدا کرنے والی ہے

صد ہزاروں یوسف بنیم دریں چاہِ ذوق

والی سیح ناصری شہزادیم او بے شمار

خاتمت کے مفہوم کے لئے ہم نے خاتمت کے مفہوم کو

مزیہ چار حوالے کے لئے اس مقالہ میں اور بھی

بہت سے حوالے دیئے ہیں۔ مزید چار حوالے دیے ہیں۔

(۱) امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں :-

والخاتم یحب ان یکون افضل

الا تری ان رسولنا صلی اللہ

علیہ وسلم لما کان خاتم النبیین

کان افضل الانبیاء علیہم

الصلوات والسلام

(تفسیر کبیر رازی جلد ۱ ص ۱۷۷ مصری)

کہ خاتم لازماً افضل ہوتا ہے جس طرح ہمارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خاتم النبیین قرار

دیا گیا تھا آپ سب نبیوں سے افضل ٹھہرے۔

(۲) حضرت فرید الدین عطاء و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

متعلق کہتے ہیں :-

ختم کہ وہ عدل و انصاف بنی

تا فرست برحقہ از مردم سبق (منطق الجوارح ص ۲۹)

(۳) جناب لانا حالی حضرت شیخ سعدی کے متعلق لکھتے ہیں :-

ہماری نزدیک جس طرح طعن و ضرب اور

جنگ و حرب کا بیان فردوسی پر ختم ہے

اسی طرح اخلاق نصیحت و پند عشق و

جوئی نظرافت و مزاح زہد و ریاضیہ

کا بیان شیخ پر ختم ہے

(رسالہ حیات سعدی ص ۱۸)

(۴) حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحریر

فرماتے ہیں :-

”سو جس میں اس صفت کا زیادہ ظہور

ہو جو خاتم الصفات ہو یعنی اس سے

اوپر اور صفت ممکن الظہور یعنی لائق انتقال

و عطائے مخلوقات نہ ہو وہ شخص مخلوقات

میں خاتم المراتب ہو گا اور وہی شخص سب

کا سردار اور سب سے افضل ہو گا“

(رسالہ انتصار الاسلام ص ۲۵)

ان محول علماء اور محققین کے بیانات سے قطعی طور پر

طے ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا

بایں معنی ہے کہ آپ سب سے افضل، سب سے بلند مرتبہ اور

سب سے زیادہ فیض رسالہ نبی ہیں گویا آپ نبیوں کی وہ ہمر

ہیں جس کے طفیل انبیاء پیدا ہوئے اور آپ کے تابعین

میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ واللہ ذو الفضل

العظیم



## فصل ششم

### نزول مسیح کے متعلق احادیث اور عقیدہ ختم نبوت

#### خروج و جلال کے بارے میں مودودی صاحب کی انوکھی تاویل !

لے گیا ہے اور نہ یہی صاف کہتا ہے  
کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی  
اور صرف ان کی روح اٹھا کی گئی۔  
(تفہیم اللہ آن جلد ۱ ص ۴۲)

یہ بات تو یقیناً غلط ہے کہ قرآن مجید نے ایسے ہم  
مسئلہ کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں بتائی۔ کتنے ظلم  
کی بات ہے کہ مفسر اپنی کوتاہ علی کا اعتراف کرنے کی بجائے  
قرآن مجید پر ابہام اور عدم توضیح کا الزام لگا رہا ہے  
تاہم مودودی صاحب اپنے اس عقیدہ کی موجودگی میں  
مسیح کو جسم سمیت آسمانوں سے اتارنے کا کیا حق رکھتے  
ہیں۔ جہاں جانا ثابت نہیں وہاں سے آنا بے معنی دار؟  
احادیث دربارہ جلال کی حقیقت | دجال کے  
متعلق احادیث  
کے بارے میں مودودی صاحب کا اصل عقیدہ کیا ہے؟  
لکھتے ہیں کہ:-

(الف) "یہ کہنا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں  
جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔  
ان چیزوں کو تلاش کرنے کی ہمیں کوئی

حضرت مسیح کے آسمان پر | مودودی صاحب نے اپنے  
کتاب حجہ کے صفحہ ۳۹ سے  
صفحہ ۳۴ تک "مسیح موعود  
کی حقیقت" کے عنوان کے ماتحت نزول مسیح اور خروج  
دجال کی "احادیث" پیش کر کے ان کی ایک سیاسی  
رنگ کی تاویل درج کی ہے۔ اس بارے میں مودودی  
صاحب کی پیش کردہ ان احادیث اور ان کی تاویل پر  
غور کرنے سے بیشتر جناب مودودی صاحب کا اس بارے  
میں اصل مذہب معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ اندازہ  
ہو سکے کہ اصل دینی عقیدہ اور سیاسی عقیدہ  
میں کتنا فرق ہے۔ نیز یہ بھی پتہ لگ جائے کہ آیا اپنے  
اصل عقیدہ کی موجودگی میں مودودی صاحب کو ان "احادیث"  
کو از روئے ایمان پیش کرنے کا حق بھی ہے؟  
حضرت مسیح کے آسمانوں پر جلنے کے سلسلہ میں  
مودودی صاحب کا محتاط مذہب یہ ہے کہ:-

"قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ  
اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ گڑھے  
زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں

ضرورت بھی نہیں۔ عوام میں اس قسم کی  
جو باتیں مشہور ہوں ان کی کوئی ذمہ داری  
اسلام پر نہیں ہے اور ان میں سے کوئی  
چیز اگر غلط ثابت ہو جائے تو اس سے  
اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

(ترجمان القرآن ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۸ء)

(ب) جب اس بیان پر کسی سائل نے دجال کی احادیث  
کا حوالہ دیکر سوال کیا تو مودودی صاحب نے  
”تحقیق حدیث دجال“ کے عنوان سے لکھا کہ:-

”دجال کے متعلق جتنی احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے

مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات

صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں

جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ

ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے

اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور

وہ ان خصوصیات کا حامل ہوگا۔ لیکن

یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب

ظاہر ہوگا، کہاں ظاہر ہوگا اور

یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا

ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی

بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا

ہے۔ ان سوالات کے متعلق جو مختلف

باتیں حضور سے احادیث میں منقول

ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں

جن کے بلے میں آپ خود شک میں تھے

کبھی آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجال

خبر اسان سے اٹھے گا کبھی یہ کہ صغیر

سے، اور کبھی یہ کہ شام و عراق کے

درمیانی علاقہ سے۔ پھر کبھی آپ نے

ابن ہبیداد نامی اس یہودی بچے پر جو

مدینہ میں (غالباً سلیمان مسلمان) میں

پیدا ہوا تھا یہ شبہ کیا کہ شاید یہی

دجال ہو۔ اور آخری روایت یہ ہے

کہ سیدہ میں جب فلسطین کے ایک عیسائی

طاہب (نیم دوری) نے آکر اسلام

قبول کیا اور آپ کو یہ قصہ سنایا کہ

ایک مرتبہ وہ سمندر میں (غالباً بحر روم

یا بحر عرب میں) سفر کرتے ہوئے ایک

غیر آباد جزیرے میں پہنچے اور وہاں

ان کی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی

اور اس نے انہیں بتایا کہ وہ خود ہی

دجال ہے تو آپ نے ان کے بیان کو

بھی غلط باد کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی۔

البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرمادیا

کہ اس بیان کی رو سے دجال بحر روم

یا بحر عرب میں ہے مگر میں خیال کرتا ہوں

کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔ یہ تردید

اقل تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں

آپ نے وحی کی بنا پر نہیں فرمائی  
 تھیں بلکہ اپنے گمان کی بنا پر فرمائی  
 تھیں۔ اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں  
 ہے جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے  
 آپ کی نبوت پر کوئی حرج آتا ہو یا  
 جس پر ایمان لانے کے لئے ہم  
 مکلف کئے گئے ہوں۔ پھر جبکہ بعد  
 کے واقعات سے ان باتوں کی تردید  
 بھی ہو چکی ہے جو اس سلسلہ میں آپ نے  
 گمان کی بنا پر فرمائی تھیں تو کوئی وجہ  
 نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ان کو عقائد  
 میں داخل رکھنے پر اصرار کیا جائے۔  
 ابن صیاد پر آپ کو شبہ ہوا تھا کہ  
 شاید وہی دجال ہو اور حضرت عمرؓ  
 نے تو قسم بھی کھالی تھی کہ یہی دجال  
 ہے مگر بعد میں وہ مسلمان ہوا۔ یوں  
 میں رہا۔ حالت اسلام میں مرا اوداس  
 کی نماز جنازہ مسلمانوں نے پڑھی۔ اب  
 اس میں کیا گنجائش باقی رہ گئی کہ آج تک  
 ابن صیاد پر دجال ہونے کا شبہ کیا  
 جاتا رہا؟ قیم داری کے بیان کو حضورؐ  
 نے اس وقت تقریباً صحیح سمجھا تھا مگر  
 کیا ساڑھے تیرہ سو برس تک بھی اس  
 شخص کا ظاہر نہ ہونا جسے حضرت  
 تمیم نے جو یوسے میں مجوس دیکھا تھا یہ

ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ  
 اس نے اپنے دجال ہونے کی جو خبر  
 حضرت تمیم کو دی تھی وہ صحیح نہ تھی؟  
 حضورؐ کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ  
 تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں  
 ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی  
 قریبی زمانہ میں ظاہر ہو۔ لیکن کیا  
 ساڑھے تیرہ سو برس کی تاخیر نے  
 یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضورؐ کا اندیشہ  
 صحیح نہ تھا؟ اب ان چیزوں کو  
 اس طرح نقل و روایت کئے  
 جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد  
 ہیں نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی  
 ہے اور نہ اسے حدیث ہی کا  
 صحیح فہم کہا جاسکتا ہے۔  
 (رسالہ ترجمان القرآن فردی ص ۱۱۷)  
 (در مسائل و مسائل ص ۷۷)

کل تک مودود صاحب ان روایات و احادیث  
 کو ”اسلامی عقائد“ قرار دینے کو نہ اسلام کی ”صحیح  
 نمائندگی“ سمجھتے تھے اور نہ ہی اسے ”حدیث کا صحیح فہم“  
 قرار دیتے تھے بلکہ صاف لکھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ”دجال کب ظاہر ہوگا۔“  
 کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ وہ آپ کے عہد میں پیدا  
 ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا  
 ہونے والا ہے۔ مگر آج اصہریت کی تردید کی خاطر

یہاں ہم پوچھتے ہیں کہ مودودی صاحب فرمائیں کہ آیا یہ دو لو  
تفسیر درست نہیں (۱) کہ احادیث میں مسیح موعود کے آنے  
کی خبر دی گئی ہے (۲) نیز یہ کہ مسیح نبی تھے؟ کیا اس سے  
یہ استدلال غلط ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ کے آنے سے  
ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی؟

اس کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”اسی سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح موعود

سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریمؑ تھا۔

ان کا تو انتقال ہو چکا ہے البتہ اس

کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے

وہ مثیل مسیح یعنی حضرت عیسیٰؑ کی

مانند ایک مسیح ہے اور وہ فلاں شخص

ہے جو آچکا ہے اس کا ماننا عقیدہ

ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔“

(۳۹)

صاف ظاہر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ بن مریمؑ وفات پا چکے  
ہیں تو احادیث میں آنے والے مسیح موعود سے مراد مثیل  
مسیحؑ ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآنی اور حدیثی نصوص  
کے مطابق فوت شدہ انسان اس دنیا میں واپس نہیں آ سکتا  
ایسی صورت میں عقلاً و نقلاً مسیحؑ کی آمد ثانی سے مراد مثیل  
مسیحؑ کی آمد ہی ہو سکتی ہے۔ بائبل میں صاف لکھا ہے کہ  
ایلیاہ نبی جگہ لے میں ہو کے آسمان پر چلا گیا (۲ سلیمین: ۱)  
نیز یہ کہ ہولناک دن یا مسیح موسوی کی آمد کے دن سے  
پیشتر ایلیاہ دوبارہ آئے گا (ملاکی ۴) چنانچہ یہودی منتظر  
تھے کہ ان کے مسیح سے پہلے ایلیاہ آسمان سے آئے گا۔

مودودی صاحب کو نظر آ رہا ہے کہ دجال اکبر  
امیرائیل میں ابھی ظاہر ہوا چاہتا ہے اور صرف  
اس کے قتل کے لئے حضرت مسیحؑ دو ہزار برس سے  
آسمانوں پر منتظر تھے اور اب نہ درنگ کے دو  
کپڑے پہنے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ لکھے  
ہوئے دمشق میں آ کر رہے ہیں کیا یہ انداز فکر محققانہ  
اور مومنانہ ہے؟ گویا کل کلمہ جو اسلامی عقیدہ نہ  
تھا آج اُسے خواہ مخواہ عقائد میں داخل رکھنے پر صراحت  
کیا جا رہا ہے۔ مودودی صاحب لکھ چکے ہیں کہ آنحضرتؐ  
نے دجال کے متعلق فرمایا تھا ”میں خیال کرتا ہوں کہ  
وہ مشرق سے ظاہر ہوگا“ (رسائل ص ۵) مگر اب  
مودودی صاحب اسے مدینہ منورہ کے شمال میں ظاہر  
ہونے والا بتا رہے ہیں۔ یا للجب!

روایات کے پیش کرنے کا مقصد | مودودی صاحب

لکھتے ہیں:-

”نئی نبوت کی طرف بلانے والے  
حضرات عام طور پر تا وقت مسلمانوں  
سے کہتے ہیں کہ احادیث میں مسیح موعود  
کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح  
نبی تھے اسلئے ان کے آنے سے ختم نبوت  
میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی بلکہ ختم  
نبوت بھی برقی اور اس کے باوجود  
مسیح موعود کا آنا بھی برقی“  
(رسالہ ختم نبوت ص ۳۰)

(منی ۱۱) مگر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اس سوال کے جواب میں حضرت یحییٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

”اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آئیہ وال

نقاہی ہی ہے“ (منی ۱۱)

اسی طرح مسیح موعود سے مراد یقیناً منیل مسیح ہی ہے۔ جناب مودودی صاحب نے قرآن و حدیث اور تورات و انجیل کی اس صداقت کو قریب ”قرار دے کر اس کا پردہ چاک کرنے کے لئے“ جملہ ۲۱ روایات جمع کر دی ہیں۔ آئیے اب ہم ان روایات کا تحقیقی جائزہ لیں۔

کیا یہ روایات مسیح کے ثبوت کے لیے قطعیت الدالات ہیں؟

ان روایات کی صحت و ثقافت پر لمبی بحث کرنے سے قطع نظر کہتے ہوئے ہم مودودی صاحب سے ہی دریافت کرتے ہیں کہ کیا ان کے نزدیک یہ ”روایات“ اس بارے میں قطعیت الدالات ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام مجسّمہ العنصری آسمانوں پر زندہ ہیں؟ اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر فرمائیے کہ ان روایات سے احمدیوں کے معقول منطقی قضیہ کی تردید کس طرح ہو سکتی ہے؟ جامعۃ احمدیہ کی میں آیات قرآنی سے وفات مسیح علیہ السلام پر پختہ استدلال مودودی صاحب کو معلوم ہے احادیث صحیحہ کی صراحت بھی انہیں یاد ہے اس لئے وہ فوراً پکار اٹھتے ہیں کہ :-

”اس مقام پر یہ بحث پھیرنا بالکل لاف ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں بالفرض وہ وفات ہی پا چکے

ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھالائے  
پر قادر ہے“

اللہ بھائی! جب جماعت احمدیہ کے اس نظریہ کا جائزہ لیتا ہے کہ چونکہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اس لئے احادیث میں آئے والے مسیح موعود سے مراد منیل مسیح ہے تو وفات و حیات مسیح کی بحث ”لاحاصل“ کیوں ہوگی؟ دل آپ کا بھی مانتا ہے کہ مسیح ”زندہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے ”بالفرض“ کہہ کر انہیں دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں مگر یہ خود محال ہے کیونکہ مخصوص قرآنیہ و حدیثیہ اس بارے میں بالکل صریح ہیں کہ فوت شدہ انسان دوبارہ دنیا میں نہیں آتا۔ ہم آیت فی مسک القی قضی علیہا الموت کو پہلے درج کر چکے ہیں۔ صحاح ستہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ :-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تم افسردہ کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے والد شہید ہو گئے ہیں نیز بچے اور فرزند میرے زمرہ پر لگ گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا میں اس ملاقات کی خوشخبری آپ کو نہ دوں جو آپ کے والد کی اللہ تعالیٰ سے ہوئی تھی میں نے عرض کیا ہاں رسول اللہ! حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دوسروں سے تو پس پردہ بات کرتا رہا ہے مگر آپ کے والد صاحب سے اس نے روبرو گفتگو فرمائی اور کہا کہ اے میرے بندے! کوئی توبہ نہیں

کے زندہ اور آسمان پر ہونے کا ذکر تک موجود نہیں۔  
لفظ پرستی کی آڑ میں ان روایات سے جناب مودودی صاحب  
زیادہ سے زیادہ جو استدلال کر سکتے ہیں وہ ان کے  
الفاظ میں یہ ہے کہ :-

”بہر حال جو شخص حدیث کو اتنا ہے  
اسے یہ ماننا پڑے گا کہ آنے والے وہی  
عیسیٰ بن مریم ہوں گے اور وہ پیدا ہوں گے  
بلکہ نازل ہوں گے“ (رسالہ تہذیب و تمدن ص ۱۷۸)

گویا مودودی صاحب کا تمسک ان روایات میں سے  
ایک تو لفظ ابن مریم سے ہے اور دوسرے لفظ نزول  
ان کے لئے وجہ اضطراب ہے۔

**مودودی صاحب سے دو مختصر سوال** | آگے بڑھنے سے پہلے  
میں جناب مودودی صاحب سے دریاخت کرتا ہوں کہ اول تو یہ فرمائیے کہ جو  
شخص ”حدیث“ کے ساتھ قرآن مجید کو بھی مانتا ہو اور  
اسے قطعی اور یقینی کلام اللہ ماننے کی وجہ سے حدیث  
کو اس کے تابع سمجھتا ہو اسے کیا ماننا پڑے گا؟ دوسرے  
یہ فرمائیے کہ اگر آپ کے ”بالغرض“ کے مطابق حضرت مسیح  
علیہ السلام واقعی فوت شدہ ہوں تو پھر ان کے نازل  
ہونے کے کیا معنی ہوں گے؟ کیا انہیں زندہ کر کے  
پہلے جسم سمیت آسمان پر لیجایا جائے گا اور پھر وہاں  
سے نزل کر کے پہتا کر دوزخ شقی کے کندھوں پر ہاتھ  
رکھوا کر زمین پر اتارا جائے گا یا نزول کے کوئی اور معنی ہوگا؟

**مودودی صاحب کی پیش کردہ آیات سے لفظ نزول کی تشریح** | مودودی  
صاحب نے

کر میں اسے پورا کر دوں گا۔ آپ کے اللہ  
مرحوم نے کہا کہ اے میرے رب تو مجھے  
زندگی بخش تائیں دوبارہ تیری راہ میں  
شہید کیا جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ  
نہیں ہو گا کیونکہ پہلے سے میری طرف سے  
اعلان ہو چکا ہے کہ مردے دوبارہ دنیا  
میں واپس نہ ہوں گے۔

(مشکوٰۃ باب المناقب ص ۱۵۹)

پس یہاں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سوال نہیں اور نہ  
ہی اس کا انکار ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
فرمادیا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں  
نہیں بھیجے گا۔ حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ  
عنہما کا واقعہ بتلایا ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام فوت  
نہیں کیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے تو پھر ان  
کے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آنے کا سوال ہی پیدا  
نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہؓ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی  
تمنا پوری کرنے کا وعدہ فرمایا مگر جب انہوں نے قیمت  
کی کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تائیں دوبارہ  
جام شہادت نوش کر سکوں۔ گویا ان کی یہ تمنا بھی نہایت  
اعلیٰ مقصد کے لئے تھی مگر چونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے  
مقررہ قانون کے خلاف تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے  
اسے پورا نہ کیا بلکہ فرمایا کہ مردے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا  
میں نہیں جاسکتے۔

پس مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات جیسا  
مسیح کے لئے ہرگز قطعۃ الدلائل نہیں۔ ان میں تو مسیح

نزول مسیحؑ کے لئے اکیس روایات درج کی ہیں جن میں کافی تعداد میں اور تضاد بھی ہے۔ لفظ نزول کے سلسلہ میں یاد رہے کہ ان اکیس روایات میں سے چودہ روایات میں لفظ نزول کا استعمال ماضی، مضارع، اتم فاعلی یا مصدر کے طور پر ہوا ہے۔ سات روایات یعنی ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ میں لفظ نزول کسی رنگ میں بھی استعمال نہیں ہوا۔ روایت ۱۷ میں "فاذا اھلہ بعیسیٰ ابن مریم" کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ مودودی صاحب نے کیا ہے کہ "یکایک عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مسلمانوں کے درمیان آجائیں گے" (ص ۴۵)۔ روایت ۱۸ میں ہے "فیصبح فیہم عیسیٰ بن مریم" یعنی "صبح کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسیٰ بن مریم آجائیں گے" (ختم نبوت ص ۵۵)۔

خاص توجہ کے قابل یہ امر ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایت ۱۷ میں "بعث اللہ المسیم ابن مریم" آیا ہے اور روایت ۱۸ میں الفاظ "فیبعث اللہ عیسیٰ ابن مریم" مروی ہیں جن کا ترجمہ مودودی صاحب نے "اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو بھیج دیگا" اور اللہ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا" کیا ہے (ملاحظہ ہو رسالہ ختم نبوت ص ۴۵)۔ ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات میں کس موعود کی آمد کے لئے نازل ہونے، نہ جانے اور مبعوث کئے جانے کے تین الفاظ وارد ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ یہ تینوں ہم معنی ہیں۔ نزول سے مراد مبعوث ہونا یا بھیجا جانا ہی ہے۔ صرف اعزاز اور اکرام

کے لئے بعثت کو نزول سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ عربی زبان میں ہر جہان کو نازل کہتے ہیں اور جہان نوازی کے لئے نازل کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اور ہر ٹھکانہ منزل کہلاتا ہے۔ کیا مودودی صاحب کی روایات نے خود ہی ان کے نزول کے عقدہ کو سہل نہیں کر دیا؟ اسے کاش! مودودی صاحب تدبر فرمائیں۔

لفظ نزول کے معنوں کے لئے جناب مودودی صاحب کا فقرہ قرآنی شواہد

بلکہ نازل ہوں گے" (ص ۵۵) بتا رہا ہے کہ وہ پیدا ہونے اور نزول میں تضاد اور منافاة سمجھتے ہیں مگر اہل علم کے نزدیک یہ ان کی ایک سطحی بات ہے۔ اور قرآن مجید سے ناواقفیت کا شیمج۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) انزل لکرم من الانعام ثمنا فیتۃ ازواج (الزمر: ۶) اللہ نے تمہارے لئے جانوروں کے آٹھ نر و مادہ نازل کئے۔ (۲) یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا (الاعراف: ۳۱) اے آدم زادو! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا (۳) و انزلنا الحديد فیہ باس شدید ومنافع للناس (الحديد: ۲۵) ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے لئے منافع ہیں (۴) قد انزل اللہ الیکم ذکرا (سورۃ یس) علیکم آیات اللہ (الطلاق: ۱۱) اللہ نے تمہاری طرف اس نصیحت کرنے والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اتارا ہے وہ تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے (۵) وان یمن

مَعْلُوم (الحجۃ ۲۱) ہر چیز کے نزاع نے ہمارے پاس ہیں اور ہم اسے معلوم اندازے کے مطابق اتارتے ہیں۔

ان آیات میں ہر جگہ لفظ نزول استعمال ہوا ہے۔  
 باقرہ کے لئے، پکڑوں کے لئے، لوہے کے لئے،  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، کائنات کی ہر نعمت کے دیئے  
 جانے کے لئے ظاہر ہے کہ ہر جگہ نزول سے مراد پیدا  
 کرنا اور اعزاز بخشنا ہے۔ آسمان سے اتارنا ہرگز مراد  
 نہیں۔ پس لفظ نزول سے ٹھوکر نہیں کھانی چاہیے۔

**مودی صاحب کی اپنی تاویل** اس میں جناب مودودی صاحب مصر ہیں کہ چونکہ ان میں "عیسیٰ ابن مریم" کا لفظ آگیا ہے اسلئے اس کی کوئی تاویل نہیں ہوگی۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ امت محمدیہ کسی فرد کا نام عیسٰی نہیں رکھا جاسکتا۔ گویا وہ الفاظ روایات کو ظاہر پر محمول کرنے کے لئے مصر ہیں لیکن خود انہوں نے اس کی کتابچہ میں ان روایات کے متعدد بیانات کی تاویل کی ہے بطور مثال عرض ہے:-

(۱) مودودی صاحب الفاظ حدیث کا لفظی ترجمہ کرتے ہیں کہ:-

"ضرور اتریں گے تمہارے ربان  
 ابن مریم ماکم عادل بن کر۔ پھر وہ صلیب  
 کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک  
 کر دیں گے۔"

اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:-

"صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو ہلاک  
 کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت  
 ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم  
 ہو جائے گی۔" (درمات ختم نبوت ص ۱۱)  
 دوسری جگہ صلیب کا مطلب یوں بتایا ہے کہ:-  
 "عیسائیت بھی حضرت عیسیٰ کی طرف  
 سے اظہار حقیقت ہو جانے کے بعد  
 ختم ہو جائے گی۔" (ص ۱۶)

گویا مودودی صاحب نے صلیب اور خنزیر کو ظاہر  
 پر محمول نہیں کیا بلکہ اس کی تاویل کی ہے۔ نیز آنحضرتؐ نے  
 تو صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے "تمہارے درمیان"  
 فرمایا تھا۔ مگر مودودی صاحب صحابہ کے مشیل عام مسلمان  
 مراد لے رہے ہیں۔

(۲) یضح الجزیۃ کا لفظی ترجمہ "بوزیر ختم کر دینگے"  
 لکھنے کے بعد مودودی صاحب تحریر کرتے ہیں:-

"دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب  
 یہ ہے کہ اس وقت ملتوں کے اختلاف  
 ختم ہو کر سب لوگ ایک ہی ملت اسلام  
 میں شامل ہو جائیں گے۔ اور اس طرح  
 نہ جنگ ہوگی اور نہ کسی پر جزیہ عائد  
 کیا جائے گا۔" (ختم نبوت ص ۱۷)

قارئین کرام مودودی صاحب کی اس تاویل کے ساتھ ساتھ  
 دوسری روایت کے الفاظ "یقیناً سب الناس علی  
 الاسلام" کا مودودی صاحب کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں:-



”وہ (مسیح) اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے“  
(ختم نبوت ص ۳۳) گویا یضغ الجزیۃ کی ایسی تاویل  
کی ہے جو خود دوسری صریح روایت کے بالکل خلاف  
ہے۔ بایں ہمہ دعویٰ یہ ہے کہ روایات میں تاویل کرنی  
روا نہیں۔ اور یہ دعویٰ محض اس لئے ہے کہ لفظ ”عیسیٰ  
بن مریم“ کی تاویل کر کے اس سے مراد شیل مسیح نہ قرار  
دیا جائے۔

مودودی روایات | مولانا مودودی نے اپنی  
مجموعہ تعارض و تناقض میں ذکر کردہ سب روایات  
کے متعلق لکھا ہے کہ وہ  
”صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کی معتبر ترین  
کتا بولوں میں وارد ہیں“ اور وہ ”سند کے  
 لحاظ سے قوی ترین ہیں“ (ص ۳۵) لیکن حقیقت یہ ہے  
کہ ان پر سرسری نظر ڈالنے پر ہی ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ  
تعارض و تناقض کا مجموعہ ہیں۔ بطور مثال امور ذیل  
قابل توجہ ہیں۔

اول :- ان کیس روایات میں سے تیرہ روایات  
اس بابے میں بالکل خاموش ہیں کہ حضرت مسیحؑ  
مسلمانوں کے امام ہوں گے یا نہیں۔ انہیں نماز  
پڑھائیں گے یا نہیں۔ اٹھ روایتوں میں حضرت  
مسیحؑ کے امام ہونے یا نہ ہونے کا ذکر ہے۔  
یعنی دونوں قسم کے بیان پائے جاتے ہیں۔  
حدیث ۳۷۲ بروایت مسلم میں لکھا ہے ”عیسیٰ  
بن مریم نازل ہو جائیں گے اور تمنازیں مسلمانوں  
کی امامت کریں گے“ (ختم نبوت ص ۳۳) حدیث

۵۱۱ کے ترجمہ میں مودودی صاحب لکھتے ہیں ”جب  
مسلمان نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوں گے  
تو ان کی آنکھوں کے سامنے عیسیٰ بن مریم آتے  
آئیں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے“  
(ص ۵۳) اس کے برعکس روایت ۳۷۲ و  
۵۱۱ و ۵۱۲ میں ذکر ہے کہ مسیحؑ نمازیں امام نہ  
ہوں گے مسلمانوں کا اپنا امام امامت کرانے لگا۔  
علاوہ ازیں روایت ۱۹ میں مسیحؑ کے لئے ”اماماً  
عادلاً و حکماً مقسطاً“ کے الفاظ وارد  
ہوئے ہیں اور روایت ۳۵ میں فرمایا ہے ”و  
امامکم منکم“ کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور  
تم میں سے ہوگا۔

جب یہ ساری روایات ہی قوی ترین اور  
”معتبر ترین“ کتابوں میں وارد ہوئی ہیں تو ان  
میں اس قدر اختلاف کیوں ہے؟

دوہرہ روایت میں آیا ہے کہ ”ان (مسیح) کے  
سانس کی ہوا جس کا قرنک پہنچے گی۔ اور وہ  
ان کی حد نظر تک جائے گی۔ وہ زندہ نہ  
بچے گا۔“ (ص ۳۳)

گویا حضرت مسیحؑ کی سانس سے سب کافر  
موتے جائیں گے اور آپ کے سانس کے پہنچنے کی  
حد اس روایت میں اس جگہ تک بیان ہوئی ہے  
جہاں تک آپ کی نظر جائے گی۔ دوسرا لفظ  
میں جن کافروں تک آپ کی نظر پہنچے گی وہ  
سب ختم ہوتے جائیں گے۔

روایت ۵۰ وہ دہلا میں رہی بھی ذکر ہے کہ  
دجال حضرت مسیح کو دیکھتے ہی اس طرح پھل جائیگا  
جس طرح نمک پانی میں پھل جاتا ہے۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ ان روایات میں  
یہ بھی ذکر ہے کہ:-

(۱) مسیح نیزہ لیکر دجال کے پیچھے دوڑینگے  
اور اسے قتل کریں گے۔

(۲) وہ سوروں کو قتل کریں گے۔

(۳) وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے (م)  
اگر سانس اور نظر پہنچنے کے مقام تک کافروں کا  
واقعی صفایا ہوتا جائے گا تو ان ہنگاموں  
اور اس کشت و خون کی کیا ضرورت ہے کیا  
یہ روایات کا کھلا تضاد نہیں؟

سومریہ سوال ہے کہ دجال کس مقام پر قتل ہوگا؟

روایت ۱۶۷ وہ اسے عیاں ہے کہ حضرت  
مسیح فجر کی نماز کے بعد جو دمشق میں ہوگی  
فی الفور دجال کو قتل کر دیں گے لکھا ہے۔

”عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں سے اس

کو ہلاک کر دیں گے اور اسکے سامنے

شکست کھا کر بھاگیں گے“ (م۱۵)

کیا دمشق سے ان لوگوں کو بھاگنے کا موقع ملتا  
ہے جبکہ لوگ مسیح کے سانس سے مر رہے ہونگے؟

روایت ۱۷۰ وہ اسے اس کا مفاد ہے کہ  
لہ کے مشرقی دروازہ پر دجال قتل ہوگا (م۱۵)

روایت ۱۷۱ کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ:-

”عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور  
اللہ تعالیٰ دجال کو اذیت کی گھاٹی کے  
قریب ہلاک کر دیں گے“ (م۱۵)

دمشق، لہ، یا اذیت کی گھاٹی میں کوئی تطبیق دیکھی ہے؟  
چہاں حضرت مسیح کے عصہ قیام کے متعلق صرف تین روایات  
میں ذکر آیا ہے:-

(الف) ”دجال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد

عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک

زمین میں ایک امام عادل اور عالم

کی حیثیت سے رہیں گے“ (م۱۵)

(ب) ”زمین میں وہ چالیس سال ٹھہریں گے

پھر ان کا انتقال ہو جائے گا“ (م۱۵)

(اس روایت کے لفظ ”ثم یتوفی“ کا

ترجمہ مودودی صاحب نے ”پھر ان کا

انتقال ہو جائے گا“ کیا ہے گویا انہیں

اس جگہ توفی بمعنی وفات و انتقال مسلم

ہے۔)

(ج) ”وہ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک

کر دیں گے پھر سات سال تک لوگ

اس حال میں رہیں گے کہ دو آدمیوں کے

درمیان بھی عداوت نہ ہوگی“ (م۱۵)

روایات تاویل کی متقاضی ہیں | ہمارے مندرجہ بالا  
سومریہ تبصرہ سے عیاں

ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات کے بعض  
حصے بالکل نادرست ہیں اور بعض حصوں کی تطبیق کے لئے

تاویل کی امتد ضرورت ہے۔ ان روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ ”درخت پکاریں گے“ (ص ۵۷) ”دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکار اٹھیں گی“ (ص ۵۸) ”سُوج کا مغرب طلع ہونا“ (ص ۵۹)

یہ سب باتیں بتا رہی ہیں کہ ان روایات میں تاویل کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔ بعض حصوں مثلاً ”کسر صلیب اور قتل خزیر وغیرہ کی تاویل خود مودودی صاحب بھی کر چکے ہیں۔ اندریں صورت بھی مودودی صاحب کا یہ اصرار ہے کہ چونکہ ان روایات میں مسیح موعود کے لئے ابن مریم یا عیسیٰ کا لفظ بولا گیا ہے اس لئے اسے بہر حال ظاہر پر محمول کیا جائے خواہ کتنے ہی دلائل و قرائن اس کے ظاہر پر محمول کرنے کے خلاف ہوں یقیناً یہ اصرار غیر معقول ہے۔

اب اختلاف سمٹ کر اس بات پر آ گیا ہے کہ ان روایات میں ابن مریم سے مراد موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی میں آنے والے عیسیٰ بن مریم مراد ہیں یا امت محمدیہ کا کوئی فرد مراد ہے جسے ابن مریم کا مقام دیا جائے گا اور وہ اسی کام کے لئے آئیگا جس کے لئے پہلے ابن مریم آئے تھے۔

امت کا موعود محمدی مسیح ہے | روایات کا  
نہ کہ اسرائیلی ابن مریم | مجموعی مفاد یہ ہے کہ امت محمدیہ کی اصلاح، اسلام کی تجدید و احیاء، دین تعریف کے علیہ و اشاعت، اسلام کے خلاف فتنوں بالخصوص دجالی فتنہ کے قلع قمع کے لئے ایک موعود امت محمدیہ میں آئیگا

ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ موعود محمدی مسیح ہے نہ کہ اسرائیلی ابن مریم۔ اپنے اس دعویٰ پر دلائل و شواہد پیش کرنے سے پہلے یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی خبر ایک پیشگوئی ہے، پیشگوئیوں میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت اخفاء کا ایک پہلو ضرور ہوتا ہے۔ پیشگوئیاں از قبیل مقشائہات ہوتی ہیں۔ چونکہ ان میں غیب کی خبر دی جاتی ہے اور معیبات کے بارے میں قبل از وقت کسی قسم کا اجماع نہیں ہو سکتا، ان کی پوری حقیقت ان کے ظہور سے ہی عیاں ہو ا کرتی ہے۔ سعادت مند وہی ہے جو پیشگوئی کے ظاہر ہونے پر ایمان لائے اور اس کا اپنا قیاس اور اندازہ اس کے ایمان کے راستہ میں روک پیدا نہ ہو۔ ہمدی کی احادیث کے متعلق مودودی صاحب کا عقیدہ قابل توجہ ہے۔

لکھتے ہیں :-

”میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نفس ظہور ہمدی کی خبر کی حد تک تو یہ دلائل صحیح ہیں لیکن تفصیلی علامات کا بیشتر بیان غالباً وضعی ہے۔“ (رسائل و مسائل)

مذہبی تاریخ کا یہ ایک نمایاں اور زندہ واقعہ ہے کہ یہود کو وعدہ دیا گیا تھا کہ ایلیا دوبارہ ان میں آئیگا۔ بلکہ یائسہ کی الفاظ کے مطابق بظاہر اس کے آسمانوں سے اترنے کی تصریح موجود تھی۔ مگر حضرت مسیح نے سوال کرنے والے یہودیوں سے فرمایا کہ ایلیا کی آمد ثانی یا نزول سے مراد حضرت یحییٰ بن زکریا کی بعثت ہے ایلیا جم سمیت آسمانوں سے نہ اترے گا۔ حضرت مسیح کی

اس ناول کو الفاظ پرست یہود نے نفرت سے ٹھکرایا۔  
پھر یہ واقعہ بھی مذہبی تاریخ کا ایک زندہ  
واقعہ ہے کہ یہود خیالی کرتے تھے کہ ان کا مسیح موعود  
ظاہری بادشاہ ہوگا اور ان کو سلطنت دلائے گا اور  
زر و جواہر سے ان کے گھر بھر دیگا لیکن جب حضرت  
عیسیٰ بن مریم علیہ السلام غربت اور مددِ الٰہی کے لباس میں  
ظاہر ہوئے تو یہود نے ان سے منہ پھیر لیا اور انہیں  
جھوٹا ٹھہرایا۔ مولانا مودودی تحریر کرتے ہیں:-

"ان کی ان توقعات کے خلاف جب

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خدا کی  
طرف سے مسیح ہو کر آئے تو یہودیوں  
نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار  
کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے چرچے  
ہو گئے۔" (کتابچہ ختم نبوت صفحہ ۵۵)

یہود آج تک ماتم کر رہے ہیں اور دیوارِ گریہ  
کے پاس روتے ہیں انہیں بخشمِ خود بیت المقدس  
میں روتے دیکھ چکا ہوں۔ مگر کیا آج تک ایلیا آسمان  
سے اترے؟ کیا بادشاہ مسیح موعود یہود کے لئے ظاہر  
ہوا؟ پس مقامِ خوف ہے کہ کہیں ہم کمزور و متناقص  
روایات کے مہا سے اس زمانہ میں ظاہر ہو نہ والے  
صادق مسیح موعود کی تکذیب کرنے والے نہ بن جائیں  
اور ہم پر وہ بیشک کوئی پوری نہ ہو جائے کہ امتِ محمدیہ  
طابقاً للعقل بالفعل امتِ موسویہ کی پیروی  
کرے گی۔ اس صورت میں جس طرح یہود قیامت کے  
دن اپنی "روایات" اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے

عہدہ برآمد ہو سکیں گے اسی طرح مسلمان کہلانے والے  
بھی اپنی "روایات" پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی  
سے بچ نہ سکیں گے۔ (اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسی غلطی  
اور ایسی گرفت سے محفوظ رکھے۔ آمین)

ہمارے پاس اس دعویٰ پر کہ امتِ مسیح موعود  
معدی ہے کہ اس امر پر چاہے ثبوت جیسا جن کا مختصر ذکر  
درج ذیل ہے:-

**اسلامِ نبوت** | قرآن مجید بالعبادت بتا رہا ہے کہ  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں

سورہ مائدہ کے آخری رکوع میں ذکر ہے کہ جب حضرت  
عیسیٰ سے دریافت کیا جائے گا کہ ان تثلیث پرستوں کو تو  
نے کہا تھا کہ وہ اللہ کے علاوہ تجھے اور تیری والدہ کو بھی  
دُعا مانیں تو حضرت عیسیٰ و اشکاف الفاظ میں عرض کر گئے  
وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا  
تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ - خدایا!  
میں تو جب تک ان میں موجود تھا ان پر نگران رہا (میری  
موجودگی میں انہوں نے تثلیث کا عقیدہ اختیار نہیں کیا)  
بعد ازاں جب آپ نے مجھے وفات دیدی تو آپ ہی انکے  
نگہبان تھے (مجھے کچھ علم نہیں)

اس بیان سے واضح ہے کہ حضرت مسیح کی موجودگی  
میں نصاریٰ میں عقیدہ تثلیث نہیں پھیلا۔ اور حضرت مسیح  
نصاریٰ سے تین سو سال پہلے ہی ظاہر ہوئے ہیں یہی  
وفات پاکر ہیں اس آیت سے حضرت عیسیٰ کی وفات  
روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ امت نے وہی زمانے  
بتائے ہیں یا تو حضرت مسیح عیسائیوں میں موجود اور انکے

نہی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی واضح اعلان فرما چکے ہیں "إِنَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عَاشَ عَشْرِينَ سَاعَةً سِتَّةَ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ (التَّحْقِيقَةُ السَّنِّيَّةُ ص ۱۲۸) (صحیح الکواکب ص ۲۲۸) کہ حضرت عیسیٰ نے ایک سو بیس سال عمر پائی تھی۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرائیلی مسیح کا حلیہ یوں فرمایا اَحْمَرُ جَعْدًا کہ اس کا رنگ سرخ ہے اور اس کے بال گھنگریالے ہیں (صحیح مسلم مطبوعہ مصر جلد ۸ ص ۸۱) اور آنے والے یعنی محمدی مسیح کے حلیہ میں فرمایا اُدْمُ سَبَطِ الرَّاسِ کہ اس کا رنگ گندھی ہے اور بال سیدھے ہیں (صحیح مسلم جلد ۸ ص ۸۱) گویا صاف بتا دیا کہ اسرائیلی مسیح اور محمدی مسیح اور۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والے سب نبی وفات پا چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آیت قرآنی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے استدلال فرمایا کہ جب پہلے کے سب رسول وفات پا چکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تعجب کیوں کرتے ہو؟ سب صحابہ نے غم اور اندوہ کے جذبات سے معمور ہو کر خاموشی سے اسے تسلیم کر لیا۔

الغرض قرآن مجید کی آیات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کے اجماع سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ اور وفات یافتہ شخص دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتا۔ اسلئے

نگران ہوں اور یا پھر متوفی ہوں (یاد رہے کہ مودودی صاحب نے روایت ملا کے الفاظ تَمُرُ يَتَوَفَّى فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ میں توفی سے مراد موت ہی لی ہے (ص ۱۱۱) ظاہر ہے کہ مسیح نصاریٰ میں موجود نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح وفات پا گئے ہیں۔

اس آیت سے وفات مسیح کے علاوہ یہ امر بھی بوضاحت ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ اس دنیا میں ہرگز آنے والے نہیں۔ اور یہ جو روایات میں کسب صلیب کرنے اور مسیحیوں کو مارتے نہانے کا ذکر ہے وہ آپ نے خود نہیں بلکہ آپ کے کسی مشیل نے کہتا ہے ورنہ حضرت مسیح قیامت کے دن یہ کس طرح کہیں گے کہ خدا یا! جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی نگہبان اور حالات کو جاننے والا تھا مجھے پتہ نہیں؟ کیا ایسا بیان کتمان حقیقت بلکہ صریح دروغ نہ کہنا بیجا (معاذ اللہ)؟ پس یہ آیت حضرت مسیح کی وفات اور ان کے دوبارہ دنیا میں نہ آنے پر قطعہ الحکامات نص ہے۔

توفی کے معنی وفات اور موت ایک مسئلہ حقیقت ہے۔ متوفیات کے معنی حضرت ابن عباسؓ نے مسیتلک کے ہیں (بخاری کتاب التفسیر) اور اب تو مفتی دیا مصریہ شیخ الازہر علامہ محمود شحات صاف کہہ چکے ہیں کہ توفی کے معنی موت ہیں۔ اور قرآن مجید سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہے۔ (کتاب الفتاویٰ مطبوعہ مصر)

سہیہ روایت تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۲۸ و مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۱۲ پر بھی درج ہے ۴

ماننا پڑے گا کہ روایات میں آنے والے کا نام ابن مریم  
مجازاً ہے اور حقیقت وہ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ خلیفے بنا کر بھی  
مراست فرمادی ہے کہ پہلا مسیح اور تھا اور آنے والا  
مسیح اور ہے۔ ایک نام کے تو متعدد اشخاص ہو سکتے  
ہیں مگر وہ مختلف خلیفے ایک شخص کے نہیں ہو سکتے۔

**دوسرا ثبوت** | قرآن مجید فرماتا ہے وعدہ

اللہ الذین آمنوا منکم و  
عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض  
کما استخلف الذین من قبلہم (النور: ۵۵)  
کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور عمل صالح بجالانے  
والے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ زمین میں  
ان میں سے ہی ایسے خلیفے مقرر کرنا ہے گا جیسا کہ اس  
نے پہلے لوگوں میں سے خلیفے بنائے تھے۔ امام ازی  
اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

کما استخلف ہارون و یوشع  
وداؤد و سلیمان و تقدیر النظم  
لیستخلفنہم استخلافاً  
کاستخلاف من قبلہم من  
ہؤلا (الانبیاء علیہم  
السلام۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۲۹)  
کہ اللہ اسی طرح خلیفے بنائے گا جس  
طرح اس نے ہارون، یوشع، داؤد  
اور سلیمان کو خلیفہ بنایا تھا مسلمانوں  
میں اسی طرح خلیفے ہوں گے جس طرح

پہلے لوگوں میں یہ انبیاء علیہم السلام  
خلیفے بنے۔

اس آیت قرآنی میں بطور نص صریح فرمایا ہے کہ امت  
محمدیہ کے سب خلفاء مسلمانوں میں سے ہوں گے۔ یہ مرگز  
نہ ہوگا کہ کوئی شخص خلیفہ تو امت محمدیہ میں مقرر ہو مگر  
ہو وہ امرائے بی یا کسی اور قوم و مذہب کا فرد۔  
اب بات صاف ہے کہ آنے والے ابن مریم  
کے متعلق مسلمین میں فریقین ہیں کہ:-

”وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے خلیفہ ہوں گے۔“ (ختم نبوت ص ۱۹)

اور آیت استخلاف کے مطابق آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے سب خلفاء آپ کی امت میں سے ہی۔  
اسلئے ماننا پڑے گا کہ آنے والا ابن مریم امرائے بی  
بلکہ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے وہو المراد۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں آنے والے  
موجود کو اس کی صفات اور اس کے کام کے لحاظ سے  
ابن مریم قرار دیا وہاں ساتھ ہی اسے مسلمانوں کا امام اور  
مسلمانوں میں سے پیدا ہونے والا قرار دیا ہے نہ فرمایا  
کیف انتہم اذا نزل فیکم ابن مریم فاصکم  
منکم (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۷ مطبوعہ مصر) گویا بتا دیا کہ  
آیت استخلاف میں جو وعدہ الہی ”منکم“ ہے اور جس  
کے مطابق سب خلیفے مسلمانوں میں سے ہونے چاہئیں  
اسی کے مطابق آنے والا ابن مریم بھی میرا خلیفہ ہوگا۔  
وہ تمہارا امام ہوگا۔ ”منکم“ وہ تم مسلمانوں میں سے  
ہوگا کسی اور قوم میں سے نہ آنے گا۔ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

چول مرا نور سے پئے قوم سبھی دادہ اند

مصلحت دا ابن مریم نام من نہادہ اند

احادیث نبویہ صاف صاف بتا رہی ہیں کہ ہمدی موعود اور ابن مریم

ایک وجود ہے۔ مسیح ہی امام ہمدی ہے اور امام ہمدی ہی مسیح موعود ہے۔ احادیث میں دونوں کا ایک ہی علیہ

درج ہے، ایک ہی کام، اور نصب العین بیان ہوا ہے۔ خدا ترس انسان احادیث پر مجموعی نظر ڈالنے کے

بعد اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آنے والا ہمدی اور مسیح ایک ہی وجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف

طور پر آنے والے مسیح موعود کو امام ہمدی قرار دیا ہے فرمایا :-

”یئتی عیسیٰ بن مریم اماماً

مہدیاً وحکماً عادلاً

(مسند احمد بن حنبل)

کہ جو زندہ رہے گا وہ عیسیٰ بن مریم

گوئے گا جو امام ہمدی اور حکم عادل

ہوگا۔“

طبرانی میں لکھا ہے :-

ینزل عیسیٰ بن مریم مصداقاً

بمحمّد علی ملتہ اماماً مہدیاً

کہ آنے والا ابن مریم آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے مذہب پر اور آپ کا مصداق

ہوگا وہ امام ہمدی ہوگا۔

ایک اور حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا :-

دلا المہدی الاعمسیٰ ابن مریم

(ابن ماجہ)

کہ ہمدی نہیں مگر ابن مریم۔

ان احادیث کی بنا پر امت کا ایک معتد بہ حصہ ہی

مانتا رہا ہے کہ ابن مریم اور ہمدی ایک ہی وجود کے دو

نام ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔

لکھا ہے :-

”یکے آنکہ ہمدی مسیح ابن مریم است

و در حقیقت ہمدی اوست“

(حج الکرامہ ص ۲)

کہ ہمدی کے بارے میں مختلف اقوال

ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ہمدی ابن مریم ہی

ہے اور درحقیقت وہی ہمدی ہے“

ایشخ صابری نے موفیاء امت کا قول یوں ذکر کیا ہے :-

”و بعضی برانند کہ روح علی در ہمدی

بروز کند و نزول عبادت از ہمیں بروز

است مطابق این حدیث کہ لامہدی

الاعمسیٰ ابن مریم“

(اقتباس الانوار ص ۵)

کہ بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ روح علیؑ

ہمدی میں بطور بروز ظہور کرے گی اور الفاظ نزول

سے یہی بروز مراد ہے۔ ان لوگوں کا نظریہ

حدیث لامہدی الاعمسیٰ کے مطابق ہے“

پس جب مسیح اور ہمدی ایک ہے اور ہمدی کے متعلق

بالا تفاق مسلم ہے کہ وہ اُمتِ محمدیہ میں سے ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ آنے والا ابن مریم بھی مسلمانوں میں سے ہے اور اسرائیلی نہیں ہے۔

**چوتھا ثبوت** | قرآن مجید نے مسلمانوں کو خیر اُمت قرار دیا ہے۔ کنتُمْ خیر اُمتٍ اُخرجت للناس (آل عمران: ۱۱۰) اُقتبین اور آخرین کے ذوقِ دُور بتا کر ہر دو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کو کام کرنے والا بتایا ہے۔ (سورۃ الجمعہ غ) اسلئے اُمتِ محمدیہ کے بلند مقام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضِ قدسیہ کا تقاضا ہے کہ آنے والا ابن مریم اُمت میں سے آئے۔ یہ تو من سب نہیں کہ یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلنے والے تو اُمتِ محمدیہ میں سے ہوں اور اصلاح کرنے والا ابن مریم باہر سے آوے۔ یہ عقل اور ذوقِ سلیم کے سمجھنے کی بات ہے۔

الغرض جب یہ طے ہو گیا کہ مسیح بن مریم اسرائیلی وفات پا گئے ہیں وہ آنے والے نہیں ہیں اور آنے والا موعود اُمتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے اور وہ اچکا ہے، عین چودھویں صدی کے سرِ مسیح موسوی کے زمانہ کے مطابق ظہور فرمایا ہے۔ تو ”روایات“ کی غلط تعبیریں کر کے ٹھوک کھانا درست نہیں بلکہ اس موعود پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے میں ہی سعادت سمجھنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے مسیح موعود ہونے پر ایمان لانے والوں کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا  
صحابہ سے بلا جب مجھ کو پایا

روایات کے متعلق ہم یہ بے انصافی نہیں  
مؤود صلی صلی کے ”ذریں اقول“ کر سکتے کہ اس فصل کو ختم  
کرنے سے پہلے بناب  
مولانا مودودی صاحب کے ان ذریں اقول کو نقل کر دیں  
جو آپ نے بڑے غور و فکر کے بعد روایات کے بارے  
میں لکھے ہیں تحریر کرتے ہیں۔

(۱) آیات قرآنی کے منزل من اللہ ہونے میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔ بخلاف اس کے روایات میں اس شک کی گنجائش موجود ہے کہ بس قول یا فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ واقعی حضور کا ہے یا نہیں۔“  
(رسائل و مسائل صفحہ ۲)

(۲) ”میں نے جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیوں پر غور کیا ہے ان کا انداز یہ نہیں ہوتا کہ کسی آنے والی چیز کی علامات و تفصیلات اس طریقے سے لکھی آپ نے بیان کی ہوں جس طرح ظہور ہمدی کی احادیث میں پائی جاتی ہیں۔“ (رسائل و مسائل صفحہ ۱۵)

(۳) ”میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نفس ظہور ہمدی کی خبر کی حد تک تو یہ روایات



صحیح ہیں لیکن تفصیلی علامات کا بیشتر بیان غالباً وضعی ہے۔“ (رسائل و مسائل ص ۱۲۱)  
 (۴) ”حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا جس سے عقلی آزمائش و امتحان کا کوئی موقعہ باقی نہ رہے حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔ اب یہ کیسے یاد رکھ جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس نعمت کو صرف امام مہدی کے معاملہ ہی میں بدل دے گا اور ان کی بیعت کئے وقت آسمان سے منادی کرے گا کہ لوگو! یہ ہمارا خلیفہ مہدی ہے اس کی سنو اور اطاعت کرو!“ (ترجمان القرآن ج ۱ ص ۱۹۲)  
 معزز قارئین! اب ہمارے لئے صرف اتنی ہی بات کہنے

والی باقی ہے کہ مولانا ان زریں اصولوں کے مطابق اپنے کتابچہ ختم نبوت کی ”اکیس روایات“ پر بھی خدا ترسی سے نظر کریں۔ پھر آخری قول میں جس سنت الہیہ کا ذکر آپ نے خود فرمایا اس کو مد نظر رکھ کر بتائیں کہ ابن مریم کو سب لوگوں کے سامنے آسمانوں سے فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتار دیا گیا اس سنت کے مطابق ہے۔ ہزاری کے لئے تو آسمان سے آواز آنا بھی حکمت خداوندی کے خلاف ہو مگر ابن مریم کا سارے جسم سمیت آسمانوں سے سب کے سامنے اترنا حکمت خداوندی کے مطابق؟

ع

ابن پھر بوالعجبی امت

## فصل نہم

### کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی؟

کوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہی تو بلاشبہ مودودی صاحب کا موقف درست ہوگا لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی تشریعت کاملہ کے بعد بھی غیر شرعی یا اتمی نبوت کی کوئی ضرورت باقی ہے تو پھر مودودی صاحب دعویٰ غلط قرار پائے گا اور جماعت احمدیہ کا موقف درست۔

**ایک معقول سوال** جناب مودودی صاحب نے ایک نہایت معقول سوال اٹھایا ہے کہ آنحضرت کے بعد نبوت کی کوئی ضرورت باقی ہے؟ اس سوال کے حل ہونے سے ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبوت کی جتنی ضرورتیں مقصود ہیں ان میں سے



صاحب شریعت نبی یا مستقل نبی کے آنے کی اب ضرورت باقی نہیں ہے۔

## مدد کے لئے نبی کی ضرورت

قولہ ”اب وہ جاتی ہے جو تھی ضرورت۔ تو اگر اس کے لئے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وہ بھی ساقط ہو گئی۔“ (ص ۳)

اقول۔ یہ واضح بات ہے کہ نبی کے مشن کے بدلنے اور اس کی شریعت پر لوگوں کو عمل پیرا کرنے کیلئے اصل ضرورت نبی کے بعد پیدا ہوتی ہے اسلئے آئندہ ظاہر ہونے والے نبی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ”ساتھ“ کس طرح مقرر کیا جاسکتا تھا؟ البتہ آنے والے کے لئے قرآنی آیات میں ذکر ہو چکا ہے۔ لسان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عوی ذکر بھی آیا ہے۔ مثلاً فرمایا: ”ابوبکر افضل هذه الامة الا ان يكون نبیاً“ (دیلی بحوالہ کنوز الحقائق مرتبہ امام مناوی طبع مصر ص ۱) اور ”ابوبکر خیر الناس الا ان يكون نبیاً“ (طبرانی کبیر و کمال بن عدی بحوالہ جامع الصغیر مرتبہ امام سیوطی طبع مصر ص ۱) کہ حضرت ابوبکرؓ اس امت کے افضل اور بہترین انسان ہیں سوائے اسی کے کہ بعد میں کوئی نبی پیدا ہو جائے۔“

اقول۔ اگر یہ مولانا نے اپنے بیان کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کی تاہم ان ضرورتوں کے بارے میں اختلاف کرنے کی کوئی حاجت نہیں البتہ ساری ضرورتیں ہی نہیں اسلئے اس موقع پر کلمہ ”حصر“ صرف ”کا“ استعمال درست نہیں۔ نیز جو تھی قسم ”نبی“ کے ساتھ ”کے علاوہ نبی کے بعد“ کا لفظ بھی ہونا ضروری ہے۔ ”نبی“ کی مدد سے مراد اس کے مشن اور اس کی لائی ہوئی شریعت کا نفاذ کرنا ہے یا سابق نبی کی امت کی اصلاح ہے۔ اس مدد کے لئے بعد میں بھی نبی آتے رہے ہیں۔

## تین ضرورتوں کے ختم ہونے پر اتفاق

قولہ ”حضورؐ کو تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا۔۔۔ حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں سچ و تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔۔۔ حضورؐ کے دین سے دین کی تکمیل کر دی گئی ہے لہذا تکمیل دین کے لئے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا۔“

اقول۔ یہ تینوں باتیں مسلم ہیں۔ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کامل شریعت اور محفوظ کتاب ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ علماء نے قرآن پاک کی تفاسیر میں بہت سی غلط باتیں داخل کر دی ہیں جن کے ازالہ کی اسد ضرورت ہے۔ ہاں

اور خصوصی ذکر یوں ہوا کہ مسیح موعود کے لئے چاہے  
مرتبہ ”نبی اللہ“ مسیح مسلم میں ارد ہوا ہے۔

### کیا محض اصلاح کے لئے نبی نہیں آسکتے؟

قولہ ”اب ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پانچویں  
وجہ کوئی ہے جس کے لئے آپ کے بعد ایک  
نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ  
گئی ہے اسلئے اصلاح کی خاطر ایک نبی  
کی ضرورت ہے تو ہم اس سے پوچھیں گے  
کہ محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب  
آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لئے وہ آئے؟

(ختم نبوت ص ۳۱)

اقول۔ آپ کو قوم کا بگاڑ اور اس کی اصلاح کی  
ضرورت تو مسلم ہے مگر آپ کا سوال یہ ہے  
کہ محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب  
آیا ہے؟ ”گویا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ پہلے  
کبھی نبی محض اصلاح کے لئے بھی آیا ہے نیا  
پیغام دینا اس کا مقصد نہ تھا، پچھلے پیغام کی  
تکمیل بھی اس کا نصب العین نہ تھا اور نہ ہی  
پہلی شریعت کو تحریفات سے پاک کرنے آیا تھا  
بلکہ وہ صرف اصلاح کے لئے آیا تھا اور سابقہ  
شریعت کا نفاذ اس کا نصب العین تھا۔ اگر ایسا  
ثابت ہو جائے تو آپ کے نزدیک جائز ہو گا کہ  
اب بھی محض اصلاح کے لئے نبی آجائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا

اَنزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ  
يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ اَسْلَمُوا  
لِلَّذِينَ هَادُوا (المائدہ ۴۴) کہ ہم نے  
تورات کو نازل کیا اس میں ہدایت اور نور موجود  
تھا۔ تورات کے تابع انبیاء یہود کے لئے تورات  
کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ ”بخاری شریف میں  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ  
”بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔  
جب کوئی نبی مرجعاً تو دوسرا نبی اس کا  
جانشین ہوتا“ (کتا بچہ ختم نبوت ص ۱۲)  
حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی  
تحریر فرماتے ہیں :-

”حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ

ایک جتنے نبی ہوئے سب تورات  
ہی پر عمل کرتے رہے“ (ہدیۃ الیوم)

بنی اسرائیل کے یہ پے درپے نبی ایک ہی قوم میں  
آتے رہے۔ وہ کوئی نئی شریعت نہ لاتے اور نہ  
ہی تحریفات دُور کرنے کے لئے آئے کیونکہ  
تورات میں اس وقت ہدایت و نور موجود تھا۔  
اور وہ اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ حضرت  
عیسیٰ بن کے بارے میں اختلاف ہے ان کا بھی  
انجیل میں یہی قول ہے کہ :-

”فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر

بیٹھیں، میں پس ہو کچھ وہ تمہیں بتائیں

وہ سب کرو اور مانو۔ لیکن انکے سے

کام نہ کرو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے  
نہیں: (مقی ۲۴)

پس معلوم ہوا کہ یہ انبیاء محقق اصلاح کے لئے آئے  
تھے اور ان کا نصب العین موسوی شریعت کا نفاذ تھا۔

ہماری تائید میں ایک تازہ حوالہ [اجاعت المحدث

کے ترجمان "ہفت روزہ الاعتصام لاہور کا ایک تازہ  
ترین حوالہ بھی قابل توجہ ہے۔ اہادیث کے قلم بندہ کئے  
جانے کے سلسلہ میں مولانا محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں:-

"ان ہزاروں انبیاء کے بارہ میں  
کیا کہا جائے گا جنہیں سرے سے کسی  
کتاب سے بہرہ مند ہی نہیں کیا گیا بلکہ  
جن کی نبوت کا دار و مدار صرف  
ان کے اونچے کردار اور مصلحانہ  
عمل ہی پر استوار ہے اور  
جو صرف منذرین و مبشرین کے زمرہ  
میں شمار ہونے کے لائق ہیں کیا ان کو  
نبی تسلیم نہیں کیا جائے گا؟"

(الاعتصام ۳۰ مارچ ۱۹۶۲ء)

اب تو مولانا مودودی صاحب کو تسلیم کرنا ہی پڑیگا  
کہ بہت سے بلکہ ہزاروں انبیاء محض قوم کی اصلاح کیلئے  
آئے تھے اور ان کی نبوت کا دار و مدار صرف ان کے

اونچے کردار اور مصلحانہ عمل ہی پر استوار تھا۔  
قوم کا بگاڑ آپ کو مستم ہے اور بہت سے انبیاء  
کا محض اصلاح کے لئے مبعوث ہونا ثابت شدہ حقیقت  
ہے۔ اب فرمائیے کہ آپ ضرورت نبوت سے کیونکہ انکا  
کرسکیں گے؟

نبوت مسلمانوں کے دل کی آواز ہے | امت میں  
یہ عقیدہ مسلسل

چلا آیا ہے کہ آخری زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی بعثت ثانیہ کے طور پر امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ آنے  
والے موعود کو مفسرین نے آیت دھوا الذی ارسل  
رسوله بالہدٰی و دین الحق لیظہر علی  
الدین کلہ کا مصداق قرار دیا ہے۔ مسیح موعود  
کی آمد کا عقیدہ بھی امت میں جاری و ساری رہا ہے۔  
مودودی صاحب ایسے چند شاذ افراد کو مستثنیٰ کر کے  
مسلمانوں کا عمومی عقیدہ یہی چلا آیا ہے کہ آئے والا  
مسیح نبی ہے۔ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت  
کے موعود کو چار مرتبہ قبی اللہ قرار دیا ہے۔  
بے شک اب تکیل دین کے لئے نبی کی ضرورت نہیں مگر  
تکمیل اشاعت دین کا کام بھی نبی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔  
مودودی صاحب نے اقامت دین کی تحریک "بارہی  
کو کے جو تجربہ کیا اور جسے مسلمانوں کے دل کی آواز  
کہنا چاہئے اسے خود مودودی صاحب کے الفاظ میں پڑھئے  
لکھتے ہیں:-

"اکثر لوگ اقامت دین کی تحریک  
کے لئے کسی ایسے مرد کا مل کو ڈھونڈتے

لہ الفرقان:- اس سے حدیث لم یبق من النبوة الا  
المبشرات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے ۴

ہی جو ان میں سے ایک ایک شخص کے  
تصور کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے  
سائے پہلو قوی ہی قوی ہوں۔ دوسرے  
الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے  
طالب ہیں۔ اگرچہ زبان سے ختم نبوت  
کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجوائے  
نبوت کا نام بھی لے دے تو اس کی  
زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار  
ہو جائیں مگر اندر سے ان کے  
دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی

سے کم کرنا پر راضی نہیں ہے  
(ترجمان القرآن دسمبر جنوری  
۱۹۶۲ء ص ۲۰۶)

گویا ضرورت نبوت کو سب مانتے ہیں۔ مگر  
سے ہزار انکار کریں مگر دلی ہمارے ساتھ ہیں۔  
مودودی صاحب تو انبیاء کی بعثت سے ہزار نظر آتے  
ہیں تاکہ انہیں ان پر ایمان نہ لانا پڑے۔ مگر حضرت  
موسیٰ علیہ السلام کتنے پیارے الفاظ میں فرماتے ہیں:-  
”کاش کہ خداوند کے سائے بندے  
نہی ہوتے۔“ (گنتی ۱۱/۹)

## فصل دہم

### جناب مودودی صاحب کے ”امور متفرقہ“ پر ایک نظر،

#### (۱) کفر و ایمان کی کشمکش

قولہ:- ”یہ تفریق (نبی کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی)  
اس حالت میں تو ناگزیر ہے جبکہ نبی کے بھیجے جانے کی  
فی الواقع ضرورت ہو مگر جب اس کے آنے کی کوئی  
ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے  
یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو  
کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی

ایک اقت نہ بننے دے۔“ (کتاب ختم نبوت ص ۲۰۶)  
اقول نبی کے بھیجے جانے کی ضرورت پر گزشتہ فصل میں بحث  
ہو چکی ہے۔ بقول مودودی صاحب ایک لاکھ  
پوچھیں ہزار مرتبہ تو کفر و ایمان کی کشمکش پیدا کرنا  
روایت سے مگر اب مودودی صاحب کے زمانہ میں یہ کشمکش  
کیوں پیدا کی جائے؟ جناب! جب ضرورت ختم نہ ہو  
ہے تو یہ ”کشمکش“ بھی بقول جناب! ناگزیر ہے کفر  
نبی اسرائیل کا کیا تصور تھا کہ ان میں نبی کے بعد نبی آتے ہیں

حرب بالکل غیر موثر ہے۔ کیونکہ امتی نبی کی وحی ماحذ قانون یا تشریحی وحی نہیں ہوتی۔ اسلئے غیر تشریحی نبی کے آنے سے مشترک معاشرہ کے عقلاً ناممکن ہو جانے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے حضرت مسیح نامہریؑ نے اپنے حواریوں سے صاف فرما دیا تھا کہ:-

”فقہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مافو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں“ (متی ۲۳)

گویا فرمایا کہ جہاں تک ماحذ قانون کا تعلق ہے ہمارا اور یہودی علماء کا اختلاف نہیں ہم ایک ہی برادری کے فرد ہیں مگر عمل اور بے عملی کا فرق اختلاف ہے۔

یہ تو انبیاء کرام کا موقف ہوتا ہے وہ از خود قوم سے الگ نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر رٹھکر اگر یہاں سے دُور جا بیٹھے تو وہ علاقہ کسی طرف نہ سکتا ہے، مگر واقعہ یہ ہوتا ہے کہ نبی (خواہ وہ غیر تشریحی ہی کیوں نہ ہو) کے آنے پر اس وقت کے علماء آیت قرآنی فِرِحُوا بِمَا عِنْدَکُمْ مِنَ الْحَکْمِ (الحجرات: ۸۳) کے مطابق سخت متکبرانہ انداز اختیار کر کے نبی اور اس کے غریب تابعین کو دھتکار دیتے ہیں ان پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں، انہیں سنگسار کرتے اور جلا وطن کرتے ہیں گویا وہ خود مشترک معاشرہ کو ناممکن بنا دیتے ہیں مگر یہ اللہ تعالیٰ نبی اور اسکے ماننے والوں کو کچھ استحکام عطا کرتا ہے تو یہی علماء بھیڑوں کے لباس میں آکر شور مچاتے ہیں کہ اس نبی نے آکر تو ہمارے معاشرے میں فساد پیدا کر دیا ہے حالانکہ فساد پیدا کرنا

اور بقول مولانا مودودی انہیں خواہ مخواہ کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کیا گیا اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دیا گیا؟ آج جن لوگوں کو نبی کے آنے پر ”کشمکش“ سے بچانے کے لئے مودودی صاحب کو شاں ہیں۔ ان کے متعلق لکھتے ہیں:-

”یہ انہوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اسکے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے اسلئے یہ مسلمان ہیں۔“ (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش ص ۱۰۷)

فرمائیے کیا ان حالات میں دشمنان اسلام کے حملوں کے دفاع کرنے اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ نام کے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانے کے لئے امتی نبی کی ضرورت نہیں؟

## (۲) مشترک معاشرہ اور نبوت غیر تشریحی

قرولہ: ”ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیشانی کی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لیگا اور دوسرا گروہ اس کے ماحذ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہو گا۔ اس بناء پر ان کا ایک مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو گا۔“ (تخت نبوت ص ۳۷)

اقول۔ قوموں کے جذبات کو اُجھالنے کا یہ پُرانا طریقہ ہے جو انبیاء کے ہوشیار مخالف ہمیشہ اختیار کرتے آئے ہیں مگر غیر تشریحی اور اُمّی نبوت کے تعلق میں یہ

جاسکتا" (رسائل و مسائل صفحہ ۲۵)

### (۳) برسرِ عدالت ریکارڈ لاسے کی بات

قولہ "اگر بغرض محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہوا اور کوئی نبی آ بھی جائے تو ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے۔ خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی باز پرس ہی کا تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت سے روزِ ہم سے پوچھے گا تو ہم یہ سارا ریکارڈ خود برسرِ عدالت لاکر رکھ دیں گے" (صفحہ ۲۵) اقول: کیا یہی "ہر بات مندانہ اقدام" یہودی نہیں اٹھا سکتے؟ ان کے علماء بھی کہتے پھرتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن ہم سے باز پرس ہوئی تو ہم خدا کی کتاب (۲ سلاطین ۱۱ اور ملاکی ۱۰) برسرِ عدالت لے کر رکھ دیں گے اور کہیں گے کہ خدایا! تو نے خود فرما دیا تھا کہ پتھے مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا دوبارہ آئے گا اور وہ آسمان پر ہے۔ پس ایلیا کے آسمان سے اُتارنے کے بغیر ہم مسیح بنیم کو کس طرح سچا مان لیتے؟ اگر ہم گمراہ ہوئے ہیں تو ذمہ داری آپ پر ہی ہے۔

جناب مودودی صاحب! قیامت کا دن بڑا ہولناک دن ہے وہاں عالمانہ چالاکیاں کام نہیں چلی سکتی۔ خدا کی پاک کتاب قرآن مجید کی نصوح کے مقابلہ میں روایات و احادیث کو بتالی مضحکہ دینے پر مجبور ہے رکھنا اور انہیں قرآن کے تابع نہ کرنا کسی طرح لغوی تشبیہ پر مبنی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ بھول رہے ہیں خدا کو خواست۔ حضرت خلیفۃ المسیح امام سیدہ عائشہؓ کی بات اشد قائلے تھی

وہ علماء خود ہوتے ہیں۔ راستبازوں کے خلاف سدہا ہی ایسا ہوتا رہا ہے۔

مولانا مودودی نے جماعت احمدیہ کے خلاف "معاشرہ" کے سوال کو بے حد ابھارنے کی کوشش کی ہے سالانہ یہ سوال محض بے بنیاد ہے۔ امتی نہ کوئی نیا قانون نہیں لاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قانون اور آپ کی شریعت قرآن مجید ہے۔ جب ماخوذ قانون ایک ہے تو مشترک معاشرہ کیونکر ناممکن ہے۔ باقی جہاں بدینتی ہوتی ہے جیسا کہ آج کل کے فتویٰ یاز علماء کا شیوہ ہے تو وہاں تو کسی طرح بھی مشترک معاشرہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ مودودی صاحب خود لکھتے ہیں :-

"عام طور پر مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان بحثوں اور منازعوں اور نزاعوں نے یکہفت پیدا کر دی ہے کہ ہر گروہ دوسرے کو گمراہ ٹھہراتے اور اس سے دُور بھاگنے کے لئے دلیلیں ڈھونڈتا ہے اور بات بات پر فرقے بنتے ہیں۔ مسجدیں الگ ہوتی ہیں اور شادی بیاہ کے تعلقات منقطع ہوتے ہیں۔"

(رسائل و مسائل صفحہ ۲۵ و ۲۵)

ہاں ایک اور قیمتی بات "مشترک معاشرہ" کے سلسلہ

میں مولانا مودودی صاحب یہ فرما چکے ہیں کہ :-

"فاجرین اور صالحین کے ساتھ بیک وقت تعلق نہیں رکھا



# خاتمہ

## مسئلہ فلسطین کے بارے میں مودودی صاحب کی پالیسی

وہابی فتنہ کے ہتھیار اور غلبہ اسلام کی ایمان ٹریشیارت!

کے عنوان سے لکھا کہ:-

”بعض اصحاب پوچھتے ہیں کہ فلسطین کی سیاست میں امریکہ اور برطانیہ کی خود غرضی اور اسلام دشمنی کے نتائج آشکارا ہیں جماعت اسلامی نے اس معاملہ میں کبھی اپنی پالیسی کا اظہار کیوں نہیں کیا؟“

اس سوال کے جواب میں مودودی صاحب نے فرمایا کہ:-  
”ہم وقتی مسائل کو اتنی اہمیت نہیں دیتے کہ اپنے اصل کام کو چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑ جائیں“

پھر دنیا کے مسلمانوں کی اس مسئلہ کے سلسلہ میں تائید کرنے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ:-  
”ہم اسے نزدیک اصل مسئلہ فلسطین یا ہندوستان یا ایران یا ترکی کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ کفر و اسلام کی کشمکش کا ہے اور“

مسئلہ فلسطین کے بارے میں ایک لمبے عرصہ سے مغربی طاقتیں یہودی مودودی صاحب کی پالیسی سلطنت (اسرائیل) کے لئے منصوبے بنا رہی تھیں اور یہودی رات دن اس جنگ و جدوجہد میں لگے ہوئے تھے کہ ہمیں فلسطین اور اس کے ماحول میں ایک وسیع اسرائیلی سلطنت قائم کرنے کا موقع مل جائے۔ انہوں نے اپنی اس مجوزہ سلطنت کا وہ نقشہ بھی شائع کر دیا تھا جسے اب گزشتہ ماہ مودودی صاحب نے ایک خاص مقصد کے لئے اپنے کتابچہ ”نعم نبوت“ کے مندرجہ پر شائع کیا ہے۔

یہودی کے ان عزائم اور برطانیہ اور امریکہ کی یہودی سلطنت کے قیام کے لئے ان سازشوں سے عالم اسلام عرصہ دراز سے مضطرب و بے چین تھا۔ اس کے خلاف تمام مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ مگر جناب مودودی صاحب اور ان کی ”اسلامی جماعت“ اس بارے میں بالکل خاموش رہی۔ آخر سال ۱۹۶۱ء میں مودودی صاحب نے قضیہ فلسطین میں جماعت کا رویہ“

طرف سے ایک مسیح آنے والا ہے جو ان کو اس  
ذلت سے نجات دلائے گا۔ ان پیشگوئیوں کی بنا پر  
یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ  
ہو۔ لڑکھانے کے لیے لیکن جب حضرت مسیح ان کی  
توقعات کے خلاف آئے تو یہود نے انکار کر دیا۔  
اس ذکر کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

”اس وقت سے آج تک دنیا بھر کے

یہودی اس مسیح موعود (Messiah)

کا منتظر ہیں۔ ان

کا لڑکھانے والے دور کے

سہانے خوابوں سے بھرپور ہے

تمود اور بتوں کے ادبیات میں

اس کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اسکی نیالی

ذلت کے سہائے صدیوں سے بیڑی

جی رہے ہیں اور یہ امید لے بیٹھے ہیں

کہ یہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی

سیاسی لیڈر ہوگا جو دریائے نیل

سے دریائے فرات تک کا علاقہ جسے

یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہیں

واپس دلائے گا اور دنیا کے گوشے گوشے

سے یہودیوں کو لا کر اس ملک میں پھرے

جمع کر دے گا۔“ (ختم نبوت صفحہ ۵)

یہودی سلطنت خطرہ عظیم بن گئی ہے | ان سہائے  
خوابوں کو

حقیقت بنانے کے لئے یہودی کیا کچھ کر چکے ہیں ؟

ہم اپنا سارا وقت ساری قوت اور  
ساری توجہ اسی مسئلے پر صرف کرنا  
ضروری سمجھتے ہیں۔ جب تک مسئلہ  
حل نہ ہوگا دوسرے مسائل کے حل  
ہو جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔“

(ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۶۱ء)

رسائل و مسائل ص ۵۲ و ۵۳

مودودی صاحب آج تک اپنی اسی پالیسی پر عمل پیرا  
ہے ہیں کہ فلسطین کا مسئلہ کوئی اصل مسئلہ نہیں۔ محض  
اس کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا حالانکہ اسرائیلی  
کے ہفتے پر بھی پندرہ برس گزر چکے تھے۔ مگر اب  
رسالہ ”ختم نبوت“ لکھتے وقت (مارچ ۱۹۶۱ء میں)  
یکایک ان کی توجہ اسرائیل کی طرف ہو گئی ہے اور  
ان پر عجیب و غریب انکشافات ہوئے ہیں۔ پہلے  
جو اصل کام نہ کھا وہ اب اصل کام نظر آنے لگ گیا  
ہے اور پہلے جس کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ  
مستور نہ تھا اب اسی میں سارا فائدہ دکھائی دے رہا  
ہے بلکہ بقول مودودی صاحب اب دہ ہزار سال سے  
آسمانوں پر بیٹھنے والے مسیح اسرائیلی کا اصل مقصد  
یہی ہے کہ وہ آ کر کہ یہود سے یہ سلطنت چھین کر  
مسلمانوں کے حوالے کر جائیں۔

اپنے مسیح موعود کے متعلق مودودی صاحب لکھتے

ہیں کہ یہودی تباہ حالی

یہود کے سہائے خواب کے وقت اس پر

بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی

مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

”فلسطین کے بڑے حصے مسلمان  
بے دخل کیے جا چکے ہیں اور وہاں  
اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست  
قائم کر دی گئی ہے۔ اس ریاست  
میں دنیا بھر کے یہودی کھج کھج کر چلے  
آ رہے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس  
نے اس کو ایک زبردست جنگی طاقت  
بنادیا ہے۔ یہودی کاسرائیل کی بے پناہ  
امداد سے یہودی مسلمانوں کو اذیت  
فنون اس کو روز افزوں کرتی دیتے  
چلے جاتے ہیں اور اس کی یہ طاقت  
گرد و پیش کی مسلمان قوموں کے لئے  
ایک خطرہ عظیم بن گئی ہے۔“  
(ختم نبوت ص ۵۹)

گویا فلسطین کے بن مسئلہ کو الٹ کر مودودی صاحب  
ایسا ”دور نظر مہر الہیات“ ”اہمیت“ دینے کیلئے  
تیار نہ تھا وہ آج عالم اسلام کے لئے ”خطرہ عظیم“  
بن چکا ہے۔ اور آج اس پر مودودی صاحب کو ہاتھ ہے۔  
مودودی صاحب کی مرعوبیت | اب مودودی صاحب  
اور سراسر وہی انداز سے | کے سیاسی ذہن کو  
باسے میں کیا محسوس ہو رہا ہے۔ لکھتے ہیں:-

(۱) ”حالات کو دیکھتے ہوئے صاحب محسوس  
ہوتا ہے کہ آئندہ کسی عالمگیر جنگ کی

ہڑ بونگ سے فائدہ اٹھا کر وہ (یہودی)  
ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے  
اور ٹھیک اسی موقع پر وہ دجال الکر  
ان کا مسیح موعود بن کر اٹھ گا۔“ (ص ۵۹)  
(۲) ”آخری بات جو ان احادیث سے  
اور بکثرت دوسری احادیث سے بھی  
معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جال  
بیس کے فتنہ عظیم کا استیصال کرنے  
حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام  
کو بھیجا جائے گا یہودیوں میں سے  
ہو گا اور اپنے آپ کو مسیح کی حیثیت  
سے پیش کرے گا۔“ (ص ۵)

(۳) ”اسیجہ جال کا مقابلہ کرنے کے لئے  
اللہ تعالیٰ کسی مثیل مسیح کو نہیں بلکہ  
اس اسیجہ کو نازل فرمائے گا جسے  
دو ہزار برس پہلے یہودیوں نے اپنے  
سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی  
دانست میں صلیب پر چڑھا کر ٹھکانے  
لگا چکے تھے۔ اس حقیقی مسیح کے نزول  
کی جگہ ہندوستان یا افریقہ یا  
امریکہ میں نہیں بلکہ دمشق میں ہوگی۔  
کیونکہ یہی مقام اس وقت عین  
محاذ جنگ پر ہوگا۔“ (ص ۶۱)  
(۴) ”حضرت عیسیٰ ابن مریم معہدم نازل  
ہوں گے اور نواز فخر کے مسلمانوں

کو اس (دجال) کے مقابلے پر لیکر  
نکلے گئے۔ ان کے حملے سے دجال  
پسیا ہو کر افیق کی گھاٹی سے تھیل  
کی طرف پلٹے گا اور وہ اس کا  
تغاق کریں گے۔ آخر کار لڑکے ہوئی  
اڈے پر پہنچ کر وہ ان کے ہاتھ سے  
مارا جائے گا۔ اس کے بعد یہودی  
پٹن چن کر قسطنطنیہ کے عجائبات گئے اور  
تحت یہود کا خاتمہ ہو جائے گا۔  
عیسائیت بھی حضرت عیسیٰ کی طرف  
سے اظہارِ یقینت ہو جانے کے بعد  
ختم ہو جائے گی۔ (متم نبوت ص ۱)

مودودی صاحب کا تصورِ تاریخین کرام! یہودی سلطنت کا  
حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے خطرہ عظیم ہونا  
بلاشبہ حقیقت ہے مگر اس خطرہ کے مقابلہ اور ملت  
یہود و نصاریٰ کے خاتمہ کی جو اسان صورت بنام مودودی  
صاحب نے تجویز فرمائی ہے وہ یہود کے مندرجہ بالا سہارے  
خوابوں کی ہی ایک شکل ہے۔ ”اسرائیل“ کی ظالمانہ سکیم  
کو ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کو زندہ عمل اور موثر ایمان  
کی ضرورت ہے۔ ایسا ضرور ہو گا مگر اس کے لئے قربانی  
اور ایثار لازمی ہے محض خیالی پلاؤ سے ایسے کام نہیں  
ہو سکتے۔

ان عبادتوں میں مودودی صاحب نے دجال اکبر  
کے پاسے میں جو تصور دیا ہے اس پر مودودی صاحب کا

اپنا مندرجہ ذیل اعتراض وارد ہوتا ہے کہ :-  
حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا  
جس سے عقلی آزمائش و امتحان کا کوئی  
موقع باقی نہ رہے حکمتِ خداوندی کے  
خلاف ہے۔ (رسائل و مسائل ص ۱)

اگر وہ صورت پیدا ہو جائے جس کا مودودی صاحب نے  
ذکر کیا ہے تو عقلی آزمائش اور امتحان کا کونسا موقع ہے؟  
دجال یہودیوں سے نہیں ہو گا پھر یہ صورتِ حال  
قرآن مجید اور احادیث  
صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔ یہودیوں سے دجال اکبر کا ہونا  
احادیث سے ہرگز ثابت نہیں۔ مودودی صاحب خود  
”یہودی نیچے“ کے دجال ہونے کی تردید کر چکے ہیں لکھتے ہیں:-

”ابن صیاد پر آپ کو شبہ ہوا تھا کہ  
شاید وہی دجال ہو اور حضرت عمرؓ نے تو  
قسم بھی کھالی تھی کہ وہی دجال ہے مگر بعد  
میں وہ مسلمان ہوا۔ حرمین میں رہا۔ حالتِ  
اسلام میں مرا اور اس کی نمازینا نہ مسلمانوں  
نے پڑھی۔ اب اس کی کیا گنجائش باقی رہ  
گئی کہ آج تک ابن صیاد پر دجال ہونے  
کا شبہ کیا جاتا رہا۔“ (رسائل ص ۱)

اگر یوں ہم مودودی صاحب یہودیوں سے ابن صیاد کے  
کسی شبہ کو دجال قرار دینے پر مصر ہوں تو انہیں ابن مریم  
کے کسی شبہ کو مسیح موعود بھی ماننا پڑے گا۔ نبی پاک صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ  
سُورَةِ الْكَهْفِ عَصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ (صحیح مسلم)

گائیں اور سات سات بالیں دکھائی گئیں مگر مراد سات سات سال کی سب گائیں اور سب بالیں تھیں۔

دجال کا خروج مشرق سے تھا | دجال کے خروج کیلئے ممالک مشرقیہ مقدسہ

آنحضرتؐ نے خود فرمایا تھا کہ:-

”میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔“

(رسائل و مسائل ص ۱۷۷)

فلسطین تو مدینہ سے شمال میں ہے وہاں کے کسی یہودی کو دجال قرار دینے میں کوئی شک نہیں ہے پس دجال عیسائیت کے فتنہ کے علمبردار لوگ یعنی پادری ہیں جنہوں نے ممالک مشرقیہ کو اپنا شکار سمجھ کر وہاں سے ہی خروج کیا تھا۔ جب یہ طے ہو گیا کہ دجال یہودی ہے نہیں بلکہ نصاریٰ میں سے ہے تو مودودی صاحب کی صاری سکیم غلط قرار پائی۔ یوں بھی بات بڑے تعجب کی ہے کہ ایک طرف تو عیسائی کے مانتے سے حدیث تک انسان مرے ہوئے ہوئے دوسری طرف عیسائی کے تعاقب کے باوجود ایک یہودی پتھر مشق سے دوڑتا ہوا مودودی صاحب کے نقشہ کے مطابق قریباً دو سو میل کے فاصلہ تک یعنی لڑنے ”ہوائی اڈے“ تک عیسائی کے قابو میں نہ آئے۔ یہ بڑی متصادمی بات ہے حالانکہ وہ یہودی پتھر پانی میں ملک کے پھسلنے کی طرح کھل بھی رہا ہے۔ یا للحبیب!

حقیقت یہی ہے کہ قرآن و حدیث نے آنحضرتؐ کا سب سے بڑا فتنہ عیسائیت کا فتنہ قرار دیا ہے۔ یا ہوج و یا ہوج بھی ابھی مہدی قوموں کا حصہ میں مذہبی نقطہ نگاہ سے وہ دجال ہیں اور آگ و بھاپ سے کام لیکر دنیا پر غالب جانے کے لحاظ سے وہ یا ہوج و یا ہوج ہیں۔ یہ تو میں آنحضرتؐ سے

بافضل سورۃ الکہف جلد ۱۲) کہ جو شخص سورہ کہف کی شروع کی دس آیات بخور یاد کر لیا گودہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہیگا۔ دوسری روایت میں سورہ کہف کی آخری دس آیات کا بھی ذکر ہے۔

سورہ کہف کے شروع میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو خدا کا ميثا قرار دیتے اور اسکی تبلیغ کرتے ہیں اور قرآن مجید میں عیسیٰ اور کچی ثابت کر کے اسکی کوشش کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو صاری زندگی دنیا کے لئے خروج کر رہے ہیں اور انہیں اپنی عجیب ایجادات پر ناز ہے۔ صاری باتیں عیسائی پادریوں اور انکے ماسخدانوں پر نہیں ہیں نیز سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تکاد السموات يتفطرن منه وتنشق الارض وتحتر الحبال هذآ اَنّ دعوا للرحمن ولدآء کہ عیسائیوں کے خدا کے رحم کا ميثا ٹھہرنے سے آسمان پھٹ جائے زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے کے قریب ہیں۔ گویا یہ سب رسول سے بڑا فتنہ ہے پس عیسائیت کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے اور سچ موعود کے ہاموں میں میکسر الصلیب کا امتیازی ذکر بھی بتا رہا ہے کہ اس زمانہ میں میں عیسائی مذہب کثرت سے پھیل چکا ہوگا۔

الغرض آیات و احادیث کی روشنی میں دجال یہودی میں سے نہیں بلکہ نصاریٰ میں سے ہے اور دجال فرد واحد نہیں بلکہ انبیت و تثلیث کا پروپیگنڈا کر نیوالا گودہ دجال ہے پریشگوئیوں میں امتیازات ہوتے ہیں آئندہ کے واقعات میں روایاں کبھی ایک چمڑ یا ایک فرد دکھایا جاتا ہے مگر مراد کثرت یا گودہ ہوتا ہے۔ فرعون کے خواب میں سات سات

اسلام پر خاص یورش کرنے والی تھیں۔ یہی وہ فتنہ تھا جس سے ہرنبی ڈراتا آیا ہے اور اسی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے اور امت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اس فتنہ کا علاج صرف قرآنی دلائل اور آسمانی نشانات میں ہے۔ اسی لئے صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اس مقابلہ کے وقت اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو وحی فرمائے گا کہ اپنی جماعت کو طور کی پناہ میں لے جاؤ یعنی آسمانی تجلیات کے ذریعہ یقین محکم پیدا کر کے دشمن کا مقابلہ کرو۔ دوسری حدیث میں آیا ہے۔

”والقوة عليه يومئذ بالقرآن“

فان شانه بلاه شديد۔

کہ اس دجال کے مقابلہ کے لئے طاقت

قرآن مجید سے حاصل ہوگی کیونکہ دجال کا

غیر بہت سخت فتنہ ہے (کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۰۱)

یقیناً صدیوں کے اندر ائمہ مہرور دی عباسی کے غلبہ اسلام کی خوشخبری کے نام سے جو کاروبار ہندوستان میں پھیلا گیا ہے وہ ایک بھلسا زمی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ (ص ۱۳) اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے صرف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نہایت ایمان پروردگار اعلان درج کر کے اپنے مقالہ کو ختم کرتے ہیں۔

وہ اعلان یہ ہے۔

”مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محسن

بھو خیاں ہے یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے

نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالفانہ جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مر رہیں گے اور کوئی ان میں سے بیٹے بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد بویا قیامت کی مرگی وہ بھی مرگی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرگی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دونوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا جیسے اب تک آسمان سے نہ اترتا۔ تب دانشمندیک دفعہ اس عقیدہ سے بڑا ہوجائیں گے اور انہی تیسری صدی کی آری کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انکار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت ناامید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ (تذکرۃ الشہداء تین مطبوعہ ۱۹۶۱ء)

واخرو دعوانا ان الحمد لله رب العالمین +

خاکسار

ابوالعطاء عجل الذہری

۱۲ اپریل ۱۹۶۲ء

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

## پادری عبدالحق صاحب کا مناظرہ سی صریح فرار

پادری صاحب پر ہر پہلو سی اتمام حجت



قارئین الفرقان کو معلوم ہے کہ ہم نے عیسائیوں کے مشہور پادری عبدالحق صاحب کو دعوت دی تھی کہ وہ رسالہ ”مباحثہ مصر“ کے دلائل کا مہذبانہ جواب لکھیں۔ نیز الوہیت مسیح وغیرہ اختلافی مسائل پر تحریری سیر حاصل بحث کر لیں۔ پادری صاحب نے مباحثہ مصر کے دلائل کے جواب میں گالیوں کا ”ایک گلدستہ“ مرتب کر کے بھیج دیا مگر مباحثہ کا جواب لکھنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ ان گالیوں کی فہرست اور ہمارا جواب الفرقان دسمبر ۶۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ہم نے پادری صاحب کو آٹھ مضامین پر تحریری مناظرہ کے لئے دعوت دی جن میں سے چار میں پادری صاحب مدعی ہیں اور چار میں ہم مدعی ہیں۔ اس سلسلہ میں میری چٹھی مورخہ ۲۷ جنوری ۶۲ء مطبوعہ الفرقان فروری ۶۲ء پر پادری صاحب بالکل خاموش ہو گئے۔ میں نے آخری یاد دہانی ۲۸ مارچ ۶۲ء کو کرائی۔

پادری صاحب نے ۶ اپریل ۶۲ء کو لاہور سے مجھے خط لکھا کہ فوراً لاہور پہنچ کر شرائط مناظرہ کا زبانی تصفیہ کر لیں۔ میں اور اخویم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ۱۱ اپریل کو لاہور پہنچ گئے اور مقررہ وقت پر گیارہ بجے دن اخویم شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ لاہور، جناب چودھری منور لطف اللہ خان صاحب ایڈوکیٹ اور عزیز بشیر الدین احمد صاحب کو ساتھ لیکر پادری صاحب کے گھر پر حاضر ہو گئے جہاں تین چار عیسائی موجود تھے پادری صاحب سے پہلے زبانی طور پر گفتگو شروع ہوئی۔ یہ طے ہو گیا کہ فریقین کے چار چار مسائل یعنی کل آٹھ مسائل پر مناظرہ ہو گا۔ جب مضامین کی ترتیب کا سوال شروع ہوا تو پادری صاحب بگڑ گئے۔ کہنے لگے کہ الوہیت مسیح پر پہلے مناظرہ نہیں ہو سکتا۔ ہم پہلے تثلیث پر مناظرہ کریں گے۔ میں بھانپ گیا کہ اب گریز کی راہ تلاش کی جا رہی ہے میں نے کہا کہ بہتر ہو گا۔ کہ اس بارے میں تحریرات کا تبادلہ ہو۔ تاکہ ریکارڈ محفوظ ہو سکے اور پتہ لگ سکے کہ کونسا فریق فرار کر رہا ہے۔



تحریرات شروع ہوئیں پادری صاحب نے بے درجے تحریری طور پر بھی اصرار کیا کہ میں الوہیت مسیحؑ پر پہلے مناظرہ نہیں کرونگا۔ اس پر میں نے انہیں لکھ دیا کہ بہت اچھا۔ ہمیں یہ منظور ہے آپ کو اختیار ہے کہ تثلیث پر ہی پہلے مناظرہ کر لیں۔ آپ اپنے مضامین کی خود ترتیب مقرر کر لیں۔ ہمیں اعتراض نہ ہو گا۔

اس مرحلہ پر پادری صاحب کے حواس بجا نہ رہے۔ انہوں نے لکھا کہ پہلے میں ”غیر جانبدار علماء، مقرر کئے جائیں اگر وہ آپ کی تائید کریں تو میں تسلیم کر لوں گا۔“ اس تحریر کو من کر موجود الوقت عیسائی صاحبان بھی حیرت زدہ تھے۔ میں نے بار بار لکھ کر دیا کہ جب ترتیب مضامین کے نزاع میں ہم نے آپ کو اختیار دے دیا ہے کہ آپ جو ترتیب چاہیں اختیار کر لیں۔ اور اسکے علاوہ ابھی تک کسی بات میں اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ تو پھر ”غیر جانبدار علماء“ کس لئے ہونگے۔ وہ کس بات کا فیصلہ کریں گے؟ مگر پادری صاحب بلا سوچے سمجھے اپنی بات پر ضد کرتے رہے۔ آخر کار میں نے لکھا کہ آپ ایک تو وہ بات معین کریں جس پر غیر جانبدار علماء سے فیصلہ کرانا مطلوب ہے دوسرے ان علماء کے نام لکھیں۔ اس پر پادری صاحب کے حواس کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے جو تحریر دی۔ اس میں امر متنازع فیہ پر اے تصفیہ کا ذکر کئے بغیر لکھ دیا کہ :-

”مولوی ابوالعطاء صاحب! آپ ہی تین غیر جانبدار علماء کا جو لاہور میں موجود ہیں نام لکھ دیں“

اس پر میں نے انہیں جواب دیا کہ :-

”پہلے آپ وہ بات تو بتاتے جس کے لئے غیر جانبدار علماء کی ثالثی کی ضرورت تھی؟ پھر مزید تعجب یہ ہے کہ تجویز خود پیش کریں اور نام مجھ سے لکھوائیں“

اس پر زبانی گفتگو اور خط و کتابت ختم ہو چکی ہے۔ تحریریں محفوظ ہیں اور حالات قارئین کے سامنے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء سے لیکر اپریل ۱۹۶۲ء تک جو خط و کتابت دعوت مناظرہ کے بارے میں پادری صاحب اور میرے درمیان ہوئی ہے۔ ہم اسے عیسائیوں پر ایک اور اتمام حجت کے طور پر، انشاء اللہ، الفرقان کے آئندہ قریبی شمارہ میں مکمل طور پر شائع کر رہے ہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ابوالعطاء جالندھری ۱۵ اپریل ۱۹۶۲ء

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں چھپا۔